Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 3 (July-September 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 27, 2025

Allama Muhammad Asad and Occidentalism: An Analytical Study

علامہ محمد اسد اور اکسیڈنٹلزم(Occidentalism):ایک تجزیاتی مطالعہ

Hafiz Muhammad Ahmad Quadri
Ph.D Scholar, Department of Islamic Studies
Superior University Lahore
Email: su94-phisw-f24-010@superior.edu.pk

Sajjad Hussain
Ph.D Scholar, Department of Islamic Studies
Superior University Lahore
Email: su94-phisw-f24-012@superior.edu.pk

Abstract

This article presents a comprehensive and analytical study of Occidentalism in the context of the intellectual and scholarly contributions of Allama Muhammad Asad. Allama Muhammad Asad is one of the great thinkers of the twentieth century who deeply understood the relationship between Western civilization and Islamic thought and gave it a critical perspective. He not only examined the intellectual and cultural trends of the West, such as materialism, secularism, individualism and scientific egoism, but also considered their effects as the main cause of the decline of human morality and collective values. On the contrary, he presented Islam as a comprehensive and balanced system of life that encompasses the material and spiritual aspects of human life simultaneously.

This research makes it clear that the criticism of Western civilization in Asad's thought is not simply reactionary but has a scientific and argumentative basis, in which the teachings of the Quran and Sunnah have a central position. In this regard, he acknowledged the positive aspects of Western thought, but at the same time pointed out its fundamental philosophical flaws. His writings reveal a balanced and constructive perspective on East-West relations, which is not based on mere negation, but calls for dialogue, understanding, and the revival of Islamic civilization.

The aim of this article is to reintroduce the intellectual heritage of Allama Muhammad Asad in the context of modern intellectual and cultural challenges so

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 3 (July-September 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 27, 2025

that contemporary Muslim societies can respond to the Western intellectual invasion on an intellectual level and rebuild their intellectual identity. Thus, this study not only provides guidance for Islamic civilizational revival but is also an effective scholarly effort to understand the intellectual relations between the East and the West.

Keywords: Allama Muhammad Asad, Occidentalism, Western Thought, Islamic Civilization, Intellectual and Cultural Invasion, Materialism, Secularism, Islamic Revival, Critical Studies, East-West Relations, Quran and Sunnah, Intellectual Identity

تعارف

پیدائش:

علامہ محمد اسد کا اصل نام لیو پولڈ ویس (Leopold Weiss) تھا اور وہ 2 جولائی 1900ء کو پولینڈ کے شہر لوو میں ایک یہودی ربی گھرانے میں پیدا ہوئے تھے۔ جو اس وقت آسٹرو ہنگرین سلطنت کا حصہ تھا۔[1]

خاندانی روایت کے مطابق انہوں نے بچپن میں عبرانی اور آرامی زبانیں سیکھیں اور تلمود اور بائبل جیسی مذہبی کتابوں کا مطالعہ کیا۔[2]

ابتدائی زندگی:

1922ء سے 1925ء تک لیو پولڈ، جرمن اخبارات کے نمائندے کے طور پر مصر، اردن، شام، ترکی، فلسطین، عراق، ایران، وسط ایشیا، افغانستان اور روس کی سیاحت کر چکے تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کے تمدن کو قریب سے دیکھا اور اسلام کا مطالعہ کیا۔[3]

1 چغتائی، محمد اکرم، محمد اسد ایک یورپی بدوی تالیف محمد اسد، ص، 52، پاکستان رائٹرز کوآپریٹیو سوسائٹی، لاہور، 2003ء

2 اسلام دوراہے پر، تالیف محمد اسد، مترجم، یاسر جواد، تعارف، ص، 7، ناشر، الفیصل ناشران وتاجران کتب غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور، 2017ء

3 محمد ارشد، اسلام اور مغرب: نو مسلم دانشور محمد اسد کی نظر میں، ص، 68، فکر نظر اسلام آباد، 2006ء

OPEN ACCESS

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 3 (July-September 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 27, 2025

قبول اسلام:

یہودیت چھوڑ کر اسلام قبول کرنے والے محمد اسد 23 سال کی عمر میں ایک نو عمر صحافی کی حیثیت سے عرب دنیا میں تین سال گزارے اور اس تاریخی علاقے کے بدلتے ہوئے حالات کی عکاسی کے ذریعے بڑا نام پایا لیکن اس سے بڑا انعام ایمان کی دولت کی بازیافت کی شکل میں ان کی زندگی کا حاصل بن گیا۔[4]

قبول اسلام کا آغاز اور حقیقت حال:

علامہ محمد اسد اسلام قبول کرنے بعد اپنے آپ کو اسلامی تعلیمات کے لیے وقف کر دیا تھا اور انہوں نے اسلامی تعمیر جدید کی نگرانی بھی کی اور اسکے بعد انہوں نے تصانیف بھی مرتب کی اور قرآن مجید کا انگریزی میں ترجمہ کیا۔

دنیا کے نامور مصنف، ممتاز عالمِ دین اور مبلغ، مصلح محمد اسد ۱۹۲۶ء میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ تقریباً چھ برس تک مدینہ منورہ اور سعودی عرب کے دیگر شہروں میں مقیم رہے اور اس دوران سلطان ابنِ سعود کا خصوصی تقرب حاصل کیا۔ پھر برصغیر آگئے اور سالہا سال شاعرِ اسلام علامہ اقبالؒ کے قریب رہنے کا شرف حاصل کیا۔ کچھ عرصہ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کے ہمراہ دارالاسلام (پٹھان کوٹ) میں گزارا۔ قیامِ پاکستان کے بعد انہیں حکومت کی زیرِ سرپرستی ایک جدید محکمہ "اسلامی تعمیرِ جدید" کی تنظیم و نگرانی پر مامور کیا گیا۔ بعد ازاں ان کی خدمات محکمہ خارجہ کو منتقل کر دی گئیں اور ان کا تقرر وزارتِ خارجہ میں شعبۂ مشرقِ وسطیٰ کے افسرِ اعلیٰ کی حیثیت سے ہوا۔ آخر میں وہ اقوامِ متحدہ میں بطور سفیر پاکستان کے وفد اور اس کی مہم سے متعلق بھی رہے بعد میں وہ مراکش چلے گئے اور اپنے آپ کو دینی تصنیف و تالیف کے لیے وقف کر دیا۔ موصوف کئی زبانوں پر عبور رکھتے تھے۔ "اسلام ایٹ دی کراس روڈز" اور "اے روڈ ٹو مکہ" ان کی معروف تصانیف ہیں۔ انہوں نے قرآن پاک کا انگریزی ترجمہ کیا اور حواشی بھی لکھے،

4 ایضاً، ص،68

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 3 (July-September 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 27, 2025

نیز صحیح بخاری کے مختلف حصوں کو بھی انگریزی میں منتقل کیا۔ علامہ محمد اسد نے بھرپور علمی، دینی اور تبلیغی زندگی بسر کی اور مارچ ۱۹۹۲ء میں اسپین میں وفات پائی۔ ذیل کا مضمون ان کی خود نوشت "اے روڈ ٹو مکہ" کی تلخیص پر مشتمل ہے۔[5]

علامہ محمد اسد کا بچپن:

میں ۱۹۰۰ء میں پولینڈ کے ایک یہودی رِبی خاندان میں پیدا ہوا، میرا بچپن شہر لوو (Lowow) میں گزرا جو اس وقت آسٹریا کے قبضے میں تھا۔ میرے دادا ربی (یہودی مذہبی عالم) تھے اور ان کی زبردست خواہش تھی کہ میرے والد بھی رِبی بنیں مگر ایسا نہ ہو سکا اور وہ قانون کی تعلیم حاصل کر کے وکیل بن گئے۔ میرے والد مجھے ریاضی اور طبیعیات پڑھا کر سائنس دان بنانا چاہتے تھے۔ مگر میں ان کی توقعات پر پورا نہ اترا۔ مجھے سائنسی مضامین کے بجائے عمرانیات سے دلچسپی تھی۔[6]

خاندانی روایات کے مطابق:

علامہ محمد اسد نے اپنی خاندانی روایات کے مطابق ہی بچپن میں عبرانی اور آرامی زبانیں سیکھیں اور تلمود، بائبل اور فارغوم جیسی مذہبی کتابوں کی تعلیم حاصل کی۔ اس زمانے میں، میں مختلف مذہبی کتابوں کے فرق پر اعتماد کے ساتھ بحث کر سکتا تھا۔ ۱۹۱۴ء میں پہلی جنگ عظیم شروع ہوئی تو میں اسکول کا طالب علم تھا۔ میں اسکول سے بھاگا اور جعلی نام سے فوج میں بھرتی ہو گیا، مگر میرے والد کی شکایت پر کم عمری کی وجہ سے مجھے واپس بھیج دیا گیا۔ جنگ کے خاتمے کے بعد دو سال تک میں ویانا یونیورسٹی میں فلسفہ اور آرٹ کی تعلیم حاصل کرتا رہا۔[7]

علامہ محمد اسد اور ثقافتی تجربات:

5 سید ابوالاعلیٰ مودودی، ترجمان القرآن، اگست 2006، ص 25

6 چغتائی، محمد اکرم، محمد اسد ایک یورپی بدوی، ص، 72

7 ہفت روزہ طاہر لاہور، ایڈیٹر مجیب الرحمن شامی، ج 5، شمارہ، 40، مئی 1976، ص، 6

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 3 (July-September 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 27, 2025

جیسے جیسے ان کا شعور بڑھتا گیا ان کے تجربات میں بہتری آتی گئی کہتے ہیں: جب انسان خود غرض ہوتا ہے تو اس وقت معاشرہ اقدار کو کھو دیتا ہے اور جب انسان خود غرضی سے نکل آتا ہے تو پھر معاشرہ اس کو قبول کرتا ہے۔

جوں جوں میرے شعور کی آنکھیں کھلتی گئیں، میں نے شدت سے محسوس کرنا شروع کیا کہ سارا یورپ زبردست روحانی بے قراری میں مبتلا ہے۔ مذہبی اور روحانی قدریں تحلیل ہو رہی تھیں، زر پرستی اور مادیت کے جھنڈے بڑی تیزی سے گڑ رہے تھے۔ خطرہ اور خوف ہر فرد بشر پر مستولی تھا۔ خصوصاً نوجوان نسل گھور اندھیروں میں سرگرم عمل تھی اور ان سوالات کا کسی کے پاس کوئی جواب نہ تھا، جنھوں نے نوجوان ذہنوں کو سخت پریشان کر رکھا تھا۔ طویل جنگ نے رہی سہی کسر نکال دی تھی اور معاشی پریشانیوں اور سماجی افراتفری نے یورپ کے انسان کو ایک ایسے خلا میں پھینک دیا تھا جہاں بے یقینی، نفسا نفسی، خود غرضی، دنیا پرستی اور عارضی لذت اندوزی کے سوا کچھ نہ تھا۔ میں اکثر سوچتا کہ کیا انسان کی احتیاج محض روٹی ہے؟ اور کیا زندگی کا مقصد صرف مادی خواہشات کو پورا کرنا ہے۔ میں دیکھ رہا تھا کہ یورپ صرف مادی ترقی کے بل پر روحانی خلا کو پُر کرنا چاہتا ہے، حالانکہ یہ طریقِ علاج اصل بیماری یعنی بے اطمینانی اور بے قراری کو مزید بڑھانے کا سبب بن رہا تھا۔ میں یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا مگر میرے دل میں یہ خیال کبھی نہ آیا اور شاید میری طرح کوئی بھی اس نہج پر نہیں سوچتا تھا کہ یورپ کے ثقافتی تجربات کا سہارا ترک کیے بغیر ان سوالات کا جواب پالینا ممکن نہ تھا۔ یورپ ہی ہماری فکر کی ابتدا تھا اور وہی انتہا۔ میری بے اطمینانی میں برابر اضافہ ہوتا گیا۔ حتیٰ کہ میرے لیے تعلیم جاری رکھنا مشکل ہو گیا۔ میں نے یونیورسٹی کو خیر باد کہنے اور صحافت کے میدان میں قسمت آزمانے کا فیصلہ کر لیا۔ اس مقصد کے لیے ۱۹۲۰ء کی گرمیوں میں ویانا چھوڑ کر پراگ چلا آیا۔[8] پراگ میں مجھے بہت دنوں تک بے روزگاری اور فاقہ کشی کا سامنا کرنا پڑا۔ اپنے قدموں پر کھڑے ہونے کے لیے سخت تگ و دو کرنی پڑی۔ تب کہیں جا کر میں ایک خبر رساں ایجنسی ''یونائیٹڈ ٹیلی گراف نیوز ایجنسی'' میں پہلے ٹیلی فونسٹ اور پھر رپورٹر بن گیا۔ اس طرح مسلسل جدوجہد کے بعد صحافتی دنیا نے مجھے آخر قبول کر ہی لیا۔

اپنی زندگی کا صحیح مقصد:

8 چغتائی، محمد اکرم، محمد اسد ایک یورپی بدوی، ص، 73

OPEN ACCESS

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 3 (July-September 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 27, 2025

میری زندگی کا مجھے صحیح مقصد معلوم نہیں ہو رہا تھا اور میری زندگی کے لمحے گزر رہے تھے۔ مگر وقت کے ساتھ ساتھ میرا سکون ختم ہوتا گیا۔ مجھے اپنی زندگی کا صحیح مقصد معلوم نہ تھا اور میں نہیں جانتا تھا کہ سچی ذہنی مسرت کیسے اور کہاں سے حاصل کروں۔ میرے بیشتر نوجوان دوستوں کی یہی کیفیت تھی۔ ان میں سے کوئی بھی بدقسمت یا مصیبت زدہ نہ تھا۔ مگر حقیقی اطمینان اور سکون سے سبھی محروم تھے۔ بار بار احساس ہوتا تھا کہ ہم کسی اندھے جنگل میں محوِ سفر ہیں جہاں درندوں کا خوف بھی لاحق ہے اور منزل کا سراغ بھی نہیں معلوم۔[9]

میرے ایک ماموں ڈوریاں بیت المقدس کے ایک ہسپتال میں ذمہ دار آفیسر تھے۔ ۱۹۲۲ء کے موسم بہار میں انہوں نے خط لکھ کر مجھے اپنے پاس بلا بھیجا۔ میں نے یہ دعوت فوراً قبول کر لی اور بیت المقدس کا سفر اختیار کیا۔

ہماری ٹرین صحرائے سینا سے گزر رہی تھی۔ میں بے حد تھکا ہوا تھا مگر ٹرین کی لڑکھڑاہٹ اور بے ہنگم شور کی وجہ سے میں رات بھر ایک لمحہ کے لیے بھی نہ سو سکا۔ میرے سامنے والی سیٹ پر ایک بدو ایک بڑی سی عبا میں لپٹا ہوا بیٹھا تھا۔ سر کے پاس پڑی ہوئی تلوار اس کے گھٹنوں تک پہنچ رہی تھی اور مفلر کے باوجود وہ سردی سے ٹھٹھر رہا تھا۔ صبح ہوئی اور ٹرین ایک جھٹکے سے ایک چھوٹے سے اسٹیشن پر رکی۔ بدو نے اپنا مفلر کھولا تو پہلی بار مجھے اس کا چہرہ نظر آیا۔ اس کا رنگ سانولا اور چہرہ عقابی تھا۔ اس نے خوانچہ فروش سے ایک روٹی خریدی۔ اپنی جگہ بیٹھ کر اس روٹی کے دو ٹکڑے کیے اور ایک مجھے دینے لگا۔ میرے تردد اور تعجب پر وہ مسکرایا۔ اس کی مسکراہٹ بھی اس کے چہرے پر اسی طرح موزوں تھی جس طرح عزم اور قوتِ ارادی۔[10]

میں نے وہ ٹکڑا لے لیا اور سر کے اشارے سے اس کا شکریہ ادا کیا۔ یورپین لباس میں ملبوس ترکی ٹوپی والے ایک مسافر نے رضاکارانہ طور پر ترجمانی کے فرائض انجام دیے اور ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں مجھے بتایا کہ یہ کہتے ہیں آپ بھی مسافر ہیں اور میں بھی اور ہم دونوں کا راستہ ایک ہے۔ جب میں اس معمولی واقعہ پر غور کرتا ہوں تو میرا دل کہتا ہے کہ عربی اخلاق سے میری وابستگی اور محبت کی بنیاد یہیں سے پڑی تھی۔ اس بدو کے رویہ میں جس نے اجنبیت کی تمام دیواروں کے باوجود اپنے رفیقِ سفر کو اپنی آدھی روٹی دے دی تھی، انسانیت کی ایک ایسی تصویر اور جھلک تھی جو ہر تصنّع اور تکلّف سے پاک تھی۔ گاڑی غزہ پہنچی تو میرے بدو ساتھی نے اپنا سامان سمیٹا۔ ایک باوقار مسکراہٹ کے ساتھ سر کے اشارے سے مجھے سلام کیا اور باہر چلا گیا۔ باہر

9 چغتائی، محمد اکرم, محمد اسد ایک یورپی بدوی، ص،74

10 چغتائی، محمد اکرم, محمد اسد ایک یورپی بدوی، ص،74

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 3 (July-September 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 27, 2025

پلیٹ فارم پر اس کے استقبال کے لیے دوبدو کھڑے تھے۔انہوں نے اس سے بڑی گرمجوشی سے مصافحہ کیا پھر سب نے ایک دوسرے کے رخسار کا بوسہ لیا۔میں نے خلوص اور محبت کی یہ فضا دیکھی تو میرے اندر ان کی زندگی کو سمجھنے کی شدید خواہش پیدا ہوگئی۔[11]

بیت المقدس اور زندگی کا نیا رخ:

علامہ محمد اسد کہتے ہیں کہ میں نے بیت المقدس میں اپنے روبرو زندگی کا ایک ایسا مفہوم پایا جو میرے لیے یکسر نیا تھا۔روحانی خراشوں اور اذیتوں سے ناآشنا وہ اذیتیں جنہوں نے خوف حرص اور گھٹن کا بھوت بن کر مغربی زندگی کو بے حد بھدا بے ہنگم اور کریہہ المنظر بنا دیا تھا۔میں عربوں میں وہ چیز پانے لگا جس کی غیر شعوری طور پر مجھے ایک عرصہ سے تلاش تھی۔جس کو ہم زندگی کے تمام مسائل میں ایک خاص قسم کی جذباتی لطافت اور بلند تر حسی شعور سے تعبیر کر سکتے ہیں۔یہاں اپنے ماموں کے گھر کے عین سامنے ایک کھلے صحن میں عربوں کو دن میں کئی مرتبہ نماز پڑھتے دیکھتا تھا،ان کی باوقار حرکات وسکنات اور غیر معمولی ڈسپلن نے مجھے بہت زیادہ متاثر کیا۔اسلامی طریقِ عبادت کے بارے میں ان کے امام سے میری جو گفتگو ہوئی سچی بات یہ ہے کہ اس نے میرے لیے اسلام کا پہلا دروازہ کھول دیا۔یہ الگ بات ہے کہ اس وقت میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اسلام کبھی میرا دین بھی بن سکتا ہے۔[12]

۱۹۲۲ء کے اواخر کی بات ہے جرمنی کے اخبار فرانکفرٹر نے مجھے مشرقِ وسطیٰ کے لیے اپنا گشتی نمائندہ مقرر کر دیا اور یوں مجھے دیگر ممالک کی سیاحت کا موقع ہاتھ آگیا اور اسی فرض نے مجھے عربوں کی زندگی اور مسائل کو زیادہ گہرائی سے پرکھنے پر آمادہ کیا اور میں نے غیر جانبداری سے محسوس کیا کہ یورپ کی ساری طاقتیں یکساں طور پر مسلمانوں کو اپنے ظلم کا نشانہ بنا رہی ہیں اور انہیں مذہبی، تہذیبی، سماجی، اقتصادی اور سیاسی اعتبار سے مفلوج کر کے ان کی عزت اور خودداری کو مفلوج کرنے کے لیے سرگرم عمل ہیں۔خصوصاً فلسطین میں عربوں اور یہودیوں کے معاملے میں انگریزوں کی پالیسی سراسر غیر انسانی اور بین الاقوامی بددیانتی پر مبنی ہے۔[13]

11 محمود، سید قاسم، اسلام کیا کہتا ہے؟تالیف محمد اسد، ص،22 شاہکار میگزین، لاہور، مئی 2001ء
12 محمد شریف، آئینہ حجاز، ص،501 زاہد اکیڈمی جوہر آباد، 1970ء
13 ایضاً، ص،520

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 3 (July-September 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 27, 2025

علامہ اسد فرماتے ہیں ۱۹۲۳ء میں مصر آیا۔ گزارے کی خاطر مجھے ایک جزو وقتی ملازمت مل گئی اور ایک قدیم محلے میں مختصر سا مکان لے کر گزر بسر کرنے لگا۔ میرے گھر کے بالکل سامنے پتلے مینار کی ایک چھوٹی سی مسجد تھیجہاں پنج وقتہ نماز کے لیے اذان ہوتی تھی۔ سفید عمامہ باندھے ہوئے ایک شخص مینارہ پر اللہ اکبر ' اللہ اکبر ' اشھد انلاالہالااللہ کی صدا بلند کرتا۔ یہ آواز پُر سوز تھی اور بار عب بھی۔ صاف احساس ہوتا تھا کہ وہ آرٹ یا فن نہیں تھا بلکہ ایمان اور غیرت کا جوش تھا۔ جس نے اذان میں اتنا حسن بھر دیا تھا۔ اندازہ ہوا کہ یہ بات بیت المقدس تک محدود نہیں بلکہ ساری اسلامی دنیا میں مشترک ہے۔ یوں میں اس نتیجے پر پہنچا کہ مسلمانوں کا اندرونی اتحاد و یکسانیت اور ہم آہنگی کتنی گہری ہے اور انہیں تقسیم اور متفرق کرنے کی چیزیں کتنی مصنوعی، سطحی اور بے اثر۔ مجھے ایسا لگا کہ میں نے پہلی بار ایک ایسی سوسائٹی میں قدم رکھا ہے۔ جس میں انسان کے درمیان رشتہ و تعلق کی بنیاد اقتصادی مصلحتوں یا رنگ و نسل پر نہیں بلکہ اس سے زیادہ گہرےمضبوط اور پائیدار چیز پر تھی اور وہ زندگی کے متعلق اس مشترک نقطہنظر کا رشتہ تھا جس نے انسانوں کے درمیان سے علیحدگی اور بے تعلقی کی دیواروں کو گرادیا تھا۔

۱۹۲۳ء کی گرمیوں میں، میں واپس بیت المقدس آیا اور وہاں سے دمشق کا قصد کیا۔ بیت المقدس میں میری ملاقات ایک دمشقی مدرس سے ہوئی تھی اور اس نے مجھے دمشق آنے کی دعوت دی تھی۔ یہاں مجھے عربوں کے اندرونی سکون واطمینان کا سراغ مل گیا۔ دراصل یہ اس معاشرت اور برتاؤ کا نتیجہ تھا جو وہ ایک دوسرے کے ساتھ کرتے تھے۔ یہاں ایک دکاندار اپنے پڑوسی دکاندار کی غیر حاضری میں جس ایثار اور دیانت کے ساتھ اس کی قائم مقامی کرتا تھا وہ حد درجہ حیرت انگیز تھا۔

دمشق میں زندگی کا نقشہ:

جمعہ کے روز دمشق میں زندگی کا نقشہ خاصا بدلا ہوا نظر آتا تھا۔ خوشی اور مسرت اور رعب و وقار کی ایک ملی جلی فضا شہر پر طاری رہتی تھی۔ اس روز مجھے یورپ کا اتوار یاد آجاتا۔ خالی دکانیں، گھٹن اور انقباض کی اداس کن فضائیں۔ میں نے غور کیا تو اس نتیجے پر پہنچا کہ یورپ میں روزمرہ کی زندگی لوگوں کے لیے ایک بھاری بوجھ بن چکی ہے جس سے وہ اتوار کو چھٹکارا حاصل کرتے ہیں اور مصنوعی طریقے سے مسرت پانے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ ایک پُر فریب بھول میں گرفتار ہیں جس کے لیے وہ ہفتے کے چھ دن منتظر رہتے ہیں۔ جبکہ اس کے برعکس مسلمانوں کے لیے جمعہ کاموں سے فرار کا دن نہیں

OPEN ACCESS
CC BY

وہ چند گھنٹوں کے لیے دکانیں کھولتے ہیں پھر نماز پڑھتے ہیں قہوہ خانوں میں بیٹھ کر ہلکی پھلکی خوش گپیاں کرتے اور دوبارہ کاروبار میں مصروف ہو جاتے ہیں۔

ایک جمعہ کو میں اپنے میزبان کے ساتھ جامع مسجد میں گیا۔ قیام، رکوع اور سجدوں میں یہ لوگ جس طرح خشوع و خضوع کا مظاہرہ کرتے اور اپنے امام کی اقدا کر رہے تھے اس سے مجھے خدا اور دین سے ان لوگوں کے قرب اور تعلق کا اندازہ ہوا۔ ان کی نماز ان کی روزمرہ زندگی سے الگ نظر نہیں آتی تھی، بلکہ وہ اس کا ایک حصہ تھی۔ وہ زندگی کو بھلانے کے لیے نہیں، بلکہ وہ اس کا ایک حصہ تھی۔ وہ زندگی کو بھلانے کے لیے نہیں بلکہ اس میں خدا کی یاد شامل کرنے اور اسے زیادہ بہتر طریقے سے بسر کرنے کے لیے پڑھی جاتی تھی۔[14]

مسجد سے نکلتے ہوئے میں نے اپنے دوست سے کہا کہ کتنی حیرت اور تعجب کی بات ہے کہ آپ لوگ خدا کو اس حد تک قریب سمجھتے ہیں۔ میری آرزو ہے کہ میں بھی اس طرح سمجھ سکوں۔

ہاں کیوں نہیں میرے میزبان نے کہا اس کے سوا اور چارہ بھی کیا ہے، خدا خود کہتا ہے کہ وہ ہماری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔

اس نئے احساس اور نئی فکری دریافت کا مجھ پر گہرا اثر ہوا۔ چنانچہ دمشق میں، میں نے اپنا بیشتر وقت اسلامی کتابوں کے مطالعے میں صرف کیا۔ میں عربی میں معمولی شُدبُد حاصل کر چکا تھا۔ قرآن کے جرمن اور فرانسیسی ترجموں سے بھی کام لیا اور اپنے دوست سے بھی گفتگو کرتا رہا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ میری نگاہوں سے ایک پردہ سا ہٹ گیا۔ میں افکار کی ایک ایسی دنیا کا مشاہدہ کر رہا تھا جس سے اب تک میں مطلق ناواقف تھا۔[15]

علامہ محمد اسد اور عربوں کی معاشرتی زندگی:

علامہ محمد اسد کہتے ہیں کہ قرآن کا جتنا کچھ میں نے مطالعہ کیا تھا عربوں کی معاشرتی زندگی کا جو مجھے مشاہدہ ہوا تھا اور اب شیخ المراغی سے جو کھل کر گفتگو ہوئی تھی، اس نے مجھے اس نتیجے پر پہنچایا کہ اہلِ یورپ کے دماغ میں اسلام کی جو تصویر ہے وہ بالکل مسخ شدہ اور بگڑی ہوئی ہے۔ اب میں اس امر پر بالکل

14 ترجمان القرآن، لاہور، ماہ ذیقعدہ 1376ھ، مضمون عبدالحمید صدیقی، ص 297
15 ایضاً، ص 298

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 3 (July-September 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 27, 2025

مطمئن ہو چکا تھا کہ اسلام میں بحیثیتِ دین اور ضابطۂ حیات کوئی نقص نہیں اور مسلمانوں کا زوال اسلام کی خامی کی بنا پر نہیں بلکہ اسلامی تعلیمات پر ان کے عمل پیرانہ ہونے کی وجہ سے ہوا ہے۔

صوبہ دایکندی میں حاکمِ صوبہ سے ملاقات ہوئی تو وہ بے حد خوش ہوا۔ اس کے چہرے پر مسرت اور فارغ البالی کے آثار نمایاں تھے۔ وہ امان اللہ شاہ کا قریبی رشتہ دار تھا۔ لیکن افغانستان میں جتنے آدمیوں سے ملاقات ہوئیمیں نے اسے ان سب سے زیادہ ملنسار اور متواضع پایا۔ اس نے بڑے اصرار سے دو دن کے لیے مجھے اپنے پاس ٹھہرالیا تھا۔ دوسرے دن شام کو پُر تکلف کھانے سے فارغ ہوئے تو ایک افغان نے ستار پر داؤد و جالوت کا قصہ چھیڑ دیا۔ گیت پشتو میں تھااور حاکم نے مجھے اس کا خلاصہ بتادیا تھا۔ آخر میں اس نے تبصرہ کیا کہ داؤد کمزور تھے مگر ان کا ایمان طاقتور تھا۔[16]

میں نے برجستہ جواب دیا۔

اس کے برعکس آپ لوگ تعداد میں بہت ہیں، مگر ایمان کے اعتبار سے کمزور ہیں۔

میرا میزبان حیرت سے میرا منہ تکنے لگا۔ میں کچھ گھبرا گیااور اپنی بات کی تاویل میں سوالوں کی بوچھاڑ کردی مسلمانوں نے خوداعتادی کیوں کھودی ہے؟ ان کی عظمت کا سورج کیوں گہنا گیا ہے؟ان کے علم و فن کی صلاحیتیں کیوں ماند پڑ گئی ہیں؟ کیاایسا ممکن نہیں کہ ہمت سے کام لے کر مسلمان پھر اسی روشن اور عظیم دین کی طرف پلٹ جائیں۔ کتنا عبرت ناک منظر ہے، یہ کہ وہ کمال پاشا جس کی نظر میں اسلام کی کوئی وقعت نہیں، مسلمانوں کی نگاہ میں اسلامی نشاۃِثانیہ کا ہیرو بن گیا ہے۔

میرا میزبان ٹکٹکی باندھے حیرت سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں خاموش ہوا تو وہ کہنے لگا ’’آپ تو مسلمان ہیں‘‘۔

نہیں نہیں یہ بات نہیں‘‘ میں نے کہا’’ میں مسلمان نہیں محض اسلام کے حسن و لطافت کا قدردان ہوں‘‘۔

میرے میزبان نے سر ہلاتے ہوئے کہا" نہیں بھائی! بات وہی ہے جو میں نے کہی تھی۔ آپ مسلمان ہیں لیکن خود آپ کو اس کی خبر نہیں۔ آپ کلمہ پڑھ کر مسلمان کیوں نہیں ہو جاتے جبکہ دل کی گہرائیوں سے آپ اسلام قبول کر چکے ہیں"۔[17]

16 محمد شریف، آئینہ حجاز، ص، 525

17 شاہد، ضیاء اسلامی ریاست میں سیاسی ڈھانچہ نامور مستشرق اور سکالر محمد اسد کے خیالات، نوائے وقت، لاہور، 31 جولائی 1983ء

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 3 (July-September 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 27, 2025

اسی زمانے میں میں نے شادی کر لی۔ میری اہلیہ نے میرے خیالات سے اتفاق کیا۔ ہم میاں بیوی پہروں، قرآن کا ترجمہ پڑھتے اور اس کی تعلیمات پر بحث کرتے تھے، اسی بحث و تمحیص میں میرے سامنے اسلام کی ایک ایسی مکمل تصویر آگئی جو مجھے حیرت زدہ اور مدہوش کیے رکھتی تھی۔ روح اور مادہ کی یکساں اہمیت، عقل کی کارفرمائی، پیغمبرِ اسلام کی بھرپور روحانی، معاشرتی اور سیاسی زندگی اور اسلام کا بین الاقوامی مزاج، اس کے بعد اسلام کے لیے میرا استغراق بڑھتا گیا۔[18]

ستمبر ۱۹۲۶ء کی ایک شب میں برلن میں اپنی اہلیہ کے ہمراہ زمین دوز ٹرین میں سفر کر رہا تھا۔ میرے سامنے کی سیٹ پر ایک جوڑا بیٹھا تھا۔ لباس اور ہیرے کی انگوٹھیوں اور وضع قطع سے دونوں بہت متمول نظر آتے تھے، مگر ان کے چہرے اطمینان یا مسرت سے خالی تھے۔ وہ بہت غم زدہ اور حرماں نصیب دکھائی دیتے تھے۔ میں نے ڈبّے میں چاروں طرف نظر گھما کر دیکھا۔ ہر وہ شخص جو خوش حال معلوم ہوتا تھا اس کے چہرے پر میں نے ایک مخفی الم کی جھلک دیکھی، اتنی مخفی کہ خود ان سب کو بھی اس کا احساس نہ تھا۔[19]

علامہ محمد اسد کے احساسات:

علامہ محمد اسد نے اپنے احساس کا ذکر بیوی سے کیا تو اس نے بھی میری تائید کی۔ ''واقعی یوں لگتا ہے جیسے یہ لوگ جہنم کی زندگی گزار رہے ہیں۔ سوچتی ہوں جو ان پر گزر رہی ہے اس کی انہیں خبر بھی ہے یا نہیں''۔

گھر واپس آیا اور نگاہ میز پر گئی تو اس پر قرآن کا وہ نسخہ رکھا تھا جو اکثر میرے مطالعہ میں رہتا تھا۔ میں اس کو بند کر کے الماری میں رکھنا ہی چاہتا تھا کہ میری نگاہ کھلے ہوئے صفحے پر پڑ گئی اس پر یہ آیات لکھی تھیں:

أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ۔[20]

تمھیں کثرتِ مال کی ہوس اور فخر نے (آخرت سے) غافل کر دیا۔

18 ایضاً، شاہد، ضیاء اسلامی ریاست میں سیاسی ڈھانچہ

19 محمد شریف، آئینہ حجاز، ص، 558

20 التکاثر 102، 1

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 3 (July-September 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 27, 2025

حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ۔ [21]

یہاں تک کہ تم قبروں میں جا پہنچے۔

كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ۔ [22]

ہر گز نہیں! (مال و دولت تمہارے کام نہیں آئیں گے) تم عنقریب (اس حقیقت کو) جان لو گے۔

ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ۔ [23]

پھر (آگاہ کیا جاتا ہے:) ہر گز نہیں! عنقریب تمہیں (اپنا انجام) معلوم ہو جائے گا۔

یہ واقعی جواب تھا اس قدر قطعی جواب کہ تمام شکوک رفع ہو گئے۔ اب میں جان گیا کہ میرے ہاتھوں میں پکڑی ہوئی یہ کتاب بے شک یہ الہامی تھی، کیونکہ تیرہ سو سال پہلے نازل کئے جانے کے باوجود یہ ہمارے الجھاؤ زدہ، مشینی، اوہام زدہ دور پر بھی صادق آتی تھی۔

میں ایک لمحے کے لیے گم سم ہو گیا۔ میں نے اپنی بیگم کو آواز دی۔ ''دیکھو کیا یہ اس کا جواب نہیں جو گزشتہ رات ہم نے ریل میں دیکھا تھا؟''

ہمیں ہمارے سوال کا جواب ہی نہیں مل گیا تھا بلکہ متعلقہ شکوک و شبہات بھی ختم ہو گئے تھے۔ ہم نے سوچا یہ کتاب خدا ہی کی نازل کردہ ہے۔ یہ تیرہ سو سال پہلے محمد ﷺ پر اتری تھی۔ مگر اس میں بہت وضاحت کے ساتھ ایسی پیش گوئی کر دی گئی تھی جو ہمارے پیچیدہ مشینی دور سے زیادہ کسی اور دور میں سامنے نہ آئی ہو گی۔

علامہ محمد اسد اور قبول اسلام:

[21] التکاثر 102، 2

[22] التکاثر 102، 3

[23] التکاثر 102، 4

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 3 (July-September 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 27, 2025

علامہ محمد اسد نے ایک ہندستانی مسلمان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور اپنے نام کے منتخب ہونے اور قرآن مجید کی دانائی اور حکمت کے بارے میں کچھ اس انداز سے وہ اس کیفیت میں مبتلا ہوئے۔

تقریباً چھ سال جزیرہ نمائے عرب میں رہے۔ انکی موجودگی ہی میں سعودی عرب کی مملکت قائم ہوئی۔ شاہ عبدالعزیز بن سعود سے انکے ذاتی تعلقات تھے۔ وہیں انہوں نے ایک عرب خاتون سے شادی کی جس سے طلال اسد پیدا ہوئے۔

قبول اسلام کے لیے دروازہ کھل گیا۔ وہ ایک لمحہ کے لیے گُم صُم ہو گئے۔ ان کو یقین ہو گیا کہ قرآن مجید کسی انسان کی حکمت اور دانائی کا نتیجہ نہیں۔ وہ اپنے ایک ہندوستانی مسلمان دوست کے پاس گئے اور دو گواہوں کی موجودگی میں کلمہ پڑھا۔ ان کے دوست نے ان کا نام محمد اسد تجویز کیا۔[24] اس کے بعد ان کی اہلیہ ایلسا نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ محمد اسد نے اخبار کی نوکری چھوڑ کر حج بیت اللہ کا قصد کیا۔

محمد اسد نے ایک جگہ لکھا کہ "اسلام اس کے دل میں بس ایک چور کی طرح خاموشی سے داخل ہو جاتا اور پھر اس دل کو اپنا گھر بنالیتا ہے۔ چور کی تمثیل یہاں ختم ہو جاتی ہے۔ چور چپکے چپکے داخل ہوتا ہے مگر کچھ لے کر چپکے چپکے نکل جاتا ہے۔ اسلام داخل تو چپکے چپکے ہی ہوتا ہے لیکن کچھ لینے کے لیے نہیں، کچھ دینے کے لیے اور پھر ہمیشہ اسی گھر میں رہنے کے لیے۔ جس کے کچھ ہی عرصہ بعد ہم نے یورپ کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ دیا۔ اس لیے کہ وہاں رہنا اب ہمارے لیے بہت بار تھا۔ چنانچہ ہم مصر سے ہوتے ہوئے جزیرۃ العرب آ گئے جہاں ہماری زندگی ایک نئے اور انقلابی دور میں داخل ہو گئی۔[25]

قبول اسلام کے بعد کا دور

علامہ محمد اسد اپنی کتاب ''شاہراہِ مکہ''(Road to Makkah) میں اپنے ایمان لانے کا واقعہ کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں۔

جہاں تک میرا اپنا معاملہ ہے تو میں جان گیا تھا کہ میری پیش رفت اسلام کی جانب ہو رہی ہے، لیکن ایک آخری ہچکچاہٹ نے مجھے حتمی، ناقابل تنسیخ اقدام سے روکے رکھا۔ اسلام قبول کرنے کے متعلق سوچنے کا مطلب دو مختلف دنیاؤں کے درمیان حائل کھائی پر پل باندھنے کی کوشش کرنے جیسا

24 ڈاکٹر حسن الدین احمد مجلس سوانحی مضامین کا مجموعہ، ص48، عزیز باغ، نور خان بازار حیدر آباد 2003ء
25 پندرہ روزہ المنبر' اگست۔ ستمبر 2003ء

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 3 (July-September 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 27, 2025

تھا: ایک اس قدر طویل پل کہ ناقابل واپسی نقطے پہ پہنچ کر ہی دوسرا سرا دکھائی دیتا تھا۔ میں بخوبی آگاہ تھا کہ اگر میں مسلمان ہو گیا تو اس دنیا سے کٹ جاؤں گا جہاں میری پرورش ہوئی تھی۔ کوئی اور نتیجہ ممکن نہیں تھا۔ آپ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر لبیک کہنے کے بعد بھی ایک ایسے معاشرے کے ساتھ اندرونی روابط قائم نہیں رکھ سکتے تھے جہاں قطعی متضاد تصورات کا راج تھا، لیکن کیا اسلام واقعی اللہ کی جانب سے ایک پیغام تھا یا ایک عظیم مگر خطاوار انسان کی دانش کا ہی نتیجہ تھا۔[26]

وفات:

20 فروری 1992ء کو ممتاز نو مسلم مفکر، مصنف، مبلغ، مترجم اور صحافی علامہ محمد اسد اسپین کے شہر ماربیا میں انتقال کر گئے۔[27]

علامہ محمد اسد اور ان کی دینی و علمی خدمات

مغرب کے وہ اسکالر جو مشرف بہ اسلام ہوئے اور انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کی بیش بہا خدمات انجام دیں ان میں محمد اسد کا ایک بڑا نام ہے۔ جنہوں نے اسلامیات میں بڑا درک پیدا کیا تھا اور قرآن پاک کا انگریزی ترجمہ (مع تفسیری نوٹس) بھی کیا تھا۔ ان کا انگریزی ترجمہ قرآن مستند مانا جاتا ہے اس کے علاوہ اسلامیات اور فکر اسلامی پر بھی ان کی تحریروں کو وقعت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ ذیل میں علامہ محمد اسد کے حالات زندگی پر مختصر سی روشنی ڈالی جارہی ہے۔[28]

کتاب صحیح بخاری کے انگریزی ترجمے اور تشریح کی اشاعت کا کام:

26 اسلام دوراہے پر، تالیف محمد اسد، مترجم، یاسر جواد، تعارف، ص، 7

27 وڑائچ، سہیل مقصود، علامہ محمد اسد مرحوم کی قبر مبارک کی خستہ حالی، اوورسیز پاکستانیوں کا اخبار دوست نیوز، 15 مئی 2018ء

28 ڈاکٹر محمد غطریف شہباز ندوی، علامہ محمد اسد اور ان کی دینی خدمات، ص، 25، اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ لاہور، 2006ء

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 3 (July-September 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 27, 2025

1935ء میں محمد اسد نے حدیث کی سب سے مشہور و مستند کتاب صحیح بخاری کے انگریزی ترجمے اور تشریح کی اشاعت کا کام شروع کیا اور اس کے پانچ اجزاء شائع کیے۔ جنوری 1937ء میں حیدر آباد دکن سے نکلنے والے رسالے Islamic Culture کے مدیر مقرر ہوئے۔ یہ رسالہ اکتوبر 1938ء تک ان کی ادارت میں شائع ہوتا رہا۔ دوسری جنگ عظیم کے زمانے (یکم ستمبر 1939ء تا 14/اگست 1945ء) میں برطانوی حکومت نے انہیں گرفتار کر لیا۔ طویل عرصہ تک صعوبتیں جھیلنے اور صدمے اٹھانے کے بعد رہا ہوئے اور 1946ء میں ایک ماہانہ رسالے "عرفات" کا اجرا کیا۔ 1947ء میں قیام پاکستان کے موقع پر ڈلہوزی سے لاہور آگئے اور ماڈل ٹاؤن میں مقیم ہوئے۔ علمی و تحقیقی کارناموں کے ساتھ ہی عالمی صحافت پر گہری نظر اور پختہ سیاسی شعور کے باعث انہوں نے بحیثیت سفارت کار بھی اپنی اعلیٰ صلاحیتوں کا خوب مظاہرہ کیا۔ چنانچہ قیام پاکستان کے بعد محمد اسد کو اسلامی تعمیر نو کے ایک نئے محکمے Deparment of Islamic Reconstruction کا ڈائریکٹر بنایا گیا۔ انہوں نے وزارت خارجہ میں ڈپٹی سیکریٹری اور مڈل ایسٹ ڈویژن کے انچارج کی حیثیت سے خدمات انجام دیں اور اقوام متحدہ میں پاکستان کی نمائندگی کرتے رہے۔ 1951ء میں حکومت پاکستان کے نمائندے کے طور پر سعودی عرب گئے۔ اگلے برس انہیں اقوام متحدہ میں پاکستان کا سفیر مقرر کیا گیا جہاں انہوں نے Committee on Information Territories from Non-self Govt. کے چیئرمین اور Disamament Commission of the Security Coundil کے رکن کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ 1953ء میں ان کی مشہور کتاب The Road to Makkah شائع ہوئی اس کتاب کا عربی ترجمہ الطریق الی مکۃ کے نام سے شائع ہوا۔ اس کتاب کی بھی عالم اسلام میں خاصی پذیرائی ہوئی حتیٰ کہ مولانا علی میاں ندوی نے اسی کتاب کے اوپر اپنی ایک مشہور کتاب کا نام ہی الطریق الی المدینۃ رکھا ہے۔[29]

محمد اسد مفسر، مترجم، مصنف اور صحافی:

[29] ڈاکٹر محمد غطریف شہباز ندوی، علامہ محمد اسد اور ان کی دینی خدمات، ص، 36

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 3 (July-September 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 27, 2025

محمد اسد مفسر، مترجم، مصنف، صحافی اور سفارت کار تو اعلی درجہ کے تھے ہی ساتھ ہی درس وتدریس کے میدان میں بھی انہوں نے خدمات انجام دیں۔ اس ضمن میں شعبہ اسلامیات پنجاب یونیورسٹی کی صدارت بھی ان کی خدمات میں سر فہرست ہے۔ قیام پاکستان کے بعد نئے ملک کی اسلامی شناخت کے سلسلے میں جو اقدامات کیے گئے ان میں ایک ملک کی قدیم ترین جامعہ پنجاب یونیورسٹی میں علوم اسلامی کے شعبے کا قیام بھی شامل تھا۔ پنجاب یونیورسٹی کا قیام 1882ء میں ہو گیا تھا، لیکن ہنوز اس میں علوم اسلامی کا کوئی شعبہ موجود نہیں تھا۔ اس حقیقت اور نئے وطن کے تقاضوں کے پیش نظر پنجاب یونیوسٹی کی سنڈیکیٹ نے اپنے اجلاس 1949ء میں یہ فیصلہ کیا کہ یونیورسٹی میں اسلامیات کا ایک شعبہ قائم کیا جائے۔ جامعات میں جب نئے شعبے قائم کیے جاتے ہیں تو ان میں تدریس اور سربراہی کے لیے اس مضمون کی رسمی سند رکھنے والے اکثر مہیا نہیں ہو پاتے البتہ ان مقاصد کے لیے ایسے علماء کا انتخاب کر لیا جاتا ہے جو اس شعبہ علم میں درجہ کمال پر فائز ہوں۔ چنانچہ اسی سلسلہ میں یونیورسٹی نے محمد اسد کی خدمات لینے کا فیصلہ کیا۔[30]

تصانیف:

محمد اسد کی مشہور کتاب "شارع مکہ"

قرآن محمد اسد کی فکر کا محور رہا اور حدیث وسنت کو وہ اسلامی نشاۃ ثانیہ کی اساس سمجھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اپنے تمام بڑے قیمتی مضامین کے باوصف ان کا اصل علمی کارنامہ قرآن پاک ترجمہ وتفسیر اور صحیح بخاری کے چند ابواب کا ترجمہ وتشریح ہے ان کی معروف کتب یہ ہیں۔

The Principles of State and Government in Islam-1
Road to Mecca, Islam at the Crossroads-2
شامل ہیں۔

Road to Mecca علمی، ادبی اور تہذیبی ہر اعتبار سے ایک منفرد کارنامہ اور صدیوں زندہ رہنے والی سوغات ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے ایک کتاب This Law of Ours بھی تحریر کی۔[31]

محمد اسد کی کتاب "دی روڈ ٹو مکہ:

30 ڈاکٹر محمد غطریف شہباز ندوی، علامہ محمد اسد اور ان کی دینی خدمات، ص، 37
31 ڈاکٹر محمد غطریف شہباز ندوی، علامہ محمد اسد اور ان کی دینی خدمات، ص، 52

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 3 (July-September 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 27, 2025

محمد اسد کی کتاب ''دی روڈ ٹو مکہ '' نے لاتعداد لوگوں کو اسلام سے متعارف کرانے میں مدد کی ہے ایسا کہنا ہے ایک جرمن سفارتکار مراد ہوفمین جو خود بھی مسلمان ہوئے۔ ہوفمین ہی نے کہا کہ محمد اسد اسلام کے لیے یورپ کا تحفہ ہیں۔ جماعت اسلامی کے بانی سید ابوالاعلی مودودی نے 1936 میں محمد اسد کے بارے میں لکھا کہ دور جدید میں اسلام کو جتنے غنائم (مالِ غنیمت) یورپ سے ملے ہیں ان میں یہ سب سے زیادہ قیمتی ہیرا ہے۔

انھوں نے قرآن کا انگریزی ترجمہ کیا اسد کے الفاظ میں یہ زندگی بھر کے مطالعے اور عرب میں گزرے کئی برسوں پر مبنی ہے یہ ایک کوشش ہے۔ شاید پہلی کوشش۔ ایک یورپی زبان میں قرآنی پیغام کی واقعی محاوراتی اور وضاحتی پیشکش۔

صحیح بخاری کا ترجمہ

دسمبر 1935ء کے لگ بھگ صحیح بخاری کے انگریزی ترجمہ کا کام کیا۔ لیکن مالی وسائل کی عدم فراہمی کی وجہ سے یہ کام رک گیا۔ پھر سر اکبر حیدر آبادی (وزیر اعظم حکومت حیدر آباد) کی توجہ اور دلچسپی سے آصف جاہ سابع نے صحیح بخاری کے انگریزی ترجمہ کی منظوری دی اور نواب صاحب بھوپال نے 'عرفات' پبلی کیشنز کو ٹائپ مہیا کئے۔ اس طرح 1938ء میں صحیح بخاری کے مجوزہ چالیس حصوں کے منجملہ پانچ حصے اعلیٰ حضرت میر عثمان علی خان کے انتساب کے ساتھ شائع ہوئے۔ بقیہ کام قید فرنگ، تقسیم ہند اور مسودات کے گم ہو جانے کی وجہ سے مکمل نہ ہو سکا۔[32]

پھر انھوں نے قرآن کا انگریزی ترجمہ کیا۔ اسد کے الفاظ میں یہ زندگی بھر کے مطالعے اور عرب میں گزرے کئی برسوں پر مبنی ہے۔ یہ ایک کوشش ہے۔ شاید پہلی کوشش۔ ایک یورپی زبان میں قرآنی پیغام کی واقعی محاوراتی اور وضاحتی پیشکش ہے۔ اس کے علاوہ انھوں نے صحیح بخاری کے مختلف حصوں کو بھی انگریزی میں منتقل کیا۔

اسد لکھتے ہیں کہ میں نے عرفات کے نام سے اپنے رسالے کا اجرا کیا۔ عرفات نام میں نے اس لیے پسند کیا کہ سب سے پہلے اسی نام کے میدان میں مختلف علاقوں کے لوگ ایک لباس میں جمع ہوئے جہاں رسول کریم نے رنگ نسل اور قبیلے وغیرہ کے تمام امتیازات ختم کر کے امتہ الواحد یعنی مسلم قوم کا تصور دیا تھا۔

32 ڈاکٹر حسن الدین احمد، ص، 78، مجلس، عزیز باغ، عزیز جنگ روڈ، سلطان پورہ، حیدر آباد 2003ء

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 3 (July-September 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 27, 2025

علامہ محمد اسد نے پولا حمیدہ کے ساتھ جنیوا میں نقل مکانی کی اور یہاں قرآنِ پاک کے انگریزی ترجمے کا منصوبہ بنایا۔ وہ مرمدوک پکتھل کے بڑے پیمانے پر مستعمل ترجمے سے مطمئن نہیں تھے کہ اُن کے خیال میں پکتھل کا عربی سے متعلق علم محدود تھا۔ محمد اسد نے 1960ء میں ترجمے پر کام شروع کیا۔ اس قدر وسیع پیمانے کے منصوبے کے لیے انہیں ایک سرپرست کی ضرورت تھی، جو بالآخر سعودی فرماں روا، شاہ فیصل کی شکل میں سامنے آیا۔ وہ 1927ء سے شاہ فیصل کو جانتے تھے۔ اسد نے ترجمے کا آغاز سوئٹزرلینڈ میں کیا اور 1964ء میں قرآنِ پاک کی پہلی 9 سورتوں کا ایک محدود ایڈیشن شائع کیا۔ پھر انہوں نے مراکش کے شہر، طنجہ میں صنوبر کے درختوں اور بوگن ویلیا میں گھرے ایک پُرسکون بنگلے میں رہائش اختیار کی جہاں انہوں نے ترجمے کا کام مکمل کیا۔ 1980ء میں انہوں نے جبل الطّارق میں ''دی میسیج آف دی قرآن'' کے عنوان سے قرآن کا مکمل ترجمہ اور تفسیر شائع کی۔ لیکن اس ترجمے نے بعض مسلمان علما کے درمیان اختلاف پیدا کر دیا جنہوں نے اسد کی جانب سے بعض آیات کی جدید اور علامتی تشریحات کو متنازع قرار دیا اور نقّادوں نے ان پر کئی الزامات بھی عائد کیے۔ نیز بعض افراد کا یہ بھی کہنا تھا کہ اس ترجمے کی صورت ''اسرائیلیات'' کو دوبارہ متعارف کروایا گیا۔ 1974ء میں ترجمے کی اشاعت مکمل ہونے سے قبل ہی اس پر سعودی عرب میں پابندی عائد کر دی گئی اور محمد اسد کو اپنے طور پر کام مکمل کرنے کے لیے چھوڑ دیا گیا۔ اس موقعے پر ان کے دوستوں نے ان کی مالی مدد کی۔ علامہ اسد نے ترجمے کے استرداد کو بنیاد پر ستیعدم رواداری اور انتہا پسندی پر محمول کیا۔

نئی اسلامی ادبیات:

یہ مختصر سی کتاب نئی اسلامی ادبیات میں خصوصی اہمیت کی حامل ہے چنانچہ اس کے ترجمے عربی اور اردو زبانوں میں ہوئے عربی ترجمہ الاسلام علی مفترق الطرق کے نام سے چھپا اور عالم عرب میں کافی مقبول ہوا مولانا علی میاں ندویؒ اس کتاب کی تعریف میں رطب اللسان رہتے تھے۔ انھی کی تحریک پر اس کا اردو ترجمہ ''اسلام دوراہے پر'' کے نام سے ایک ندوی فاضل کے قلم سے نکلا اور مجلس صحافت و نشریات اسلام ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع ہوا

محمد اسد کی تعلیمی اسکیم:

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 3 (July-September 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 27, 2025

محمد اسد کی اس تعلیمی اسکیم کو ایک جدید اسلامی یونی ورسٹی کا 'بنیادی اور عملی خاکہ' بھی قرار دیا جاسکتا ہے۔اسکولوں اور کالجوں میں اعلیٰ پیمانے پر اسلامیات اور عربی زبان کی تدریس سے متعلق اسد کی تجاویز ایسی جان دار ہیں کہ اگر ان کو ٹھیک طور سے بر سر عمل لایا جائے تو نہ صرف یہ کہ جدید تعلیم یافتہ نسل کو مغربی تعلیم کے فاسد اثرات سے کافی حد تک بچایا جاسکتا ہے بلکہ ان کو گہرے طور سے اسلام کے اصول و تعلیمات اور اس کی تہذیب و تاریخ سے واقف کرایا جاسکتا ہے۔ مجوزہ دار العلوم کا قیام پاکستان کے قانونی اور سیاسی و معاشی نظام کی اسلامی تشکیل کے لیے مطلوبہ علمی و فکری استعداد کے حامل افراد کی تیاری میں اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔

محمد اسد کی جدید اسلامی دار العلوم کے قیام سے متعلق تجاویز اسلامی مدارس کے نظام تعلیم کی اصلاح کے سلسلے میں اپنے اندر رہنمائی کا سامان رکھتی ہیں۔ گذشتہ برسوں میں پاکستان میں اسلامی مدارس کی اصلاح کے لیے متعدد اصحاب فکر و نظر نے محمد اسد کی تجاویز سے ملتی جلتی تجاویز پیش کی ہیں۔ سنجیدہ علمی و فکری حلقوں میں اس امر کا گہرا احساس و شعور پایا جاتا ہے کہ سائنسی و عمرانی علوم کی تعلیم و تدریس کو روایتی اسلامی مدارس کے نصابات کا حصہ بنانا چاہیے تاکہ ان مدارس کے فضلا روایتی دینی علوم میں درک رکھنے کے علاوہ جدید امور و مسائل سے بھی واقفیت پیدا کر سکیں۔[33]

اسلامی قانون کی تدوین جدید:

محمد اسد کے نقطۂ نگاہ سے کسی بھی معاشرے میں اسلام اس وقت تک غالب نہیں ہو سکتا، جب تک اس (اسلام) کے قانون یعنی شریعت کو اس معاشرے کے قانونی نظام کی اساس نہ بنا دیا جائے۔اسی وجہ سے وہ پاکستان میں اسلامی شریعت کے نفاذ کو لازمی اور اسلامی قانون کی تدوین جدید کو از حد ضروری قرار دیتے ہیں۔ان کے تجزیے کے مطابق اسلامی قانون کی ترویج و تنفیذ کی راہ میں حائل ایک بڑی رکاوٹ یہ ہے کہ اسلامی قانون مرتب و مدون حالت میں موجود نہیں۔[34]

اسد کے نزدیک قدیم عہد کے مرتب اور مدون کردہ فقہی مجموعے:

33 چغتائی، محمد اکرم, محمد اسد ایک یورپی بدوی تالیف محمد اسد، ص،522

34 سبحانی محبوب اسلام کے متعلق مغربی رویہ تالیف محمد اسد، ص،79

OPEN ACCESS
CC BY

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 27, 2025

اسد کے نزدیک قدیم عہد کے مرتب اور مدون کردہ فقہی مجموعے عصر جدید کی ضروریات کے لیے ناکافی ہیں۔ جس زمانے میں یہ کتابیں مرتب کی گئیں اس وقت ایسے بہت سے مسائل پیدا نہیں ہوئے تھے جو عصر حاضر میں سامنے آئے ہیں اس لیے ان مسائل کا صریح جواب ان کتابوں میں نہیں ملتا۔ مزید برآں اجتماعی مسائل میں فقہا کے مابین جو اختلافات کا تنوّع پایا جاتا ہے وہ جدید ذہن کے لیے پریشان فکری کا موجب ہے۔ پھر ان فقہی مجموعوں کی ترتیب وتدوین کا اسلوب بھی ایسا ہے کہ کسی بھی فقہی و قانونی معاملے کی جزئیات وتفصیلات اور اس کے متعلقات تک رسائی صرف ایک ایسے فرد ہی کے لیے ممکن ہو سکتی ہے جو اسلامی فقہ و شریعت میں گہرا ادراک رکھتا ہو۔ انھی وجوہات کی بنا پر محمد اسد فقہی و قانونی سرمایہ کو جدید تعلیم یافتہ افراد کے فہم سے قریب تر لانے کے لیے اسلامی قانون کی تدوین جدید کو ناگزیر ضرورت خیال کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک صرف یہی ایک راستہ ہے جس کو اختیار کرکے مغرب کے قانونی نظام کی تقلید سے نجات حاصل کی جاسکتی ہے۔ محمد اسد نے اسلامی قانون کی تدوین جدید کا طریق بھی تجویز کیا۔[35]

محمد اسد کے نزدیک اسلامی قانون کی تدوین جدید کا کام:

محمد اسد کے نزدیک اسلامی قانون کی تدوین جدید کا کام جس قدر اہم اور ضروری ہے اتنا ہی مشکل بھی ہے۔ جس کے لیے طویل محنت و ریاضت اور اجتہادی بصیرت درکار ہے۔ پھر اس کام کے لیے مطلوبہ اجتہادی استعداد و قابلیت رکھنے والے علما جو ایک طرف احکام شریعت سے گہری واقفیت رکھتے ہوں اور دوسری طرف زمانہ کے حالات و مسائل سے بھی بخوبی آگاہ ہوں، کی تعداد بہت کم بلکہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ انھی اہداف کے لیے وہ ایک اعلیٰ پائے کے اسلامی دار العلوم کے قیام کو ایک انتہائی اہم ملی ضرورت قرار دیتے ہیں کہ جہاں مطلوبہ استعداد و اہلیت رکھنے والے علما تیار کیے جاسکیں جو اجتہاد اور اسلامی قانون کی تدوین جدید کا وظیفہ انجام دے سکیں۔[36]

علی گڑھ اور مدراس کے علمی مراکز:

35 سجانی محبوب اسلام کے متعلق مغربی رویہ تالیف محمد اسد، ص، 82

36 ایضاً، ص، 85

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 3 (July-September 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 27, 2025

محمد اسد ۱۹۳۲ء کے وسط میں ہندوستان پہنچے اور لاہور، حیدر آباد، دکن، دہلی، سری نگر اور بھوپال وغیرہ کی سیاحت میں مشغول رہے۔ ۱۹۳۴ء میں دہلی سے فکر اسلامی پر ان کی پہلی تصنیف Islam at the Crossroads (اسلام دوراہے پر) شائع ہوئی۔ محمد اسد برعظیم ہندوستان میں اپنی آمد کے بعد زیادہ دنوں تک علمی و فکری حلقوں کے لیے ہر گز اجنبی نہ رہے جلد ہی لاہور، دہلی، علی گڑھ اور مدراس کے علمی مراکز کی طرف سے اُن کی پذیرائی ہونے لگی۔ چنانچہ مختلف علمی و فکری مراکز اور انجمنوں کی دعوت پر انہوں نے اسلام اور مغربی تہذیب وغیرہ موضوعات پر خطبات دیے۔[37] برعظیم میں قیام کے دوران میں محمد اسد کا جس شخصیت سے سب سے گہرا تعلق قائم ہوا وہ حکیم الامت ڈاکٹر محمد اقبال تھے۔ ملتِ اسلامیہ کو درپیش مسائل خصوصاً الٰہیات اسلامیہ اور فقہ و قانون اسلامی کی تشکیل نو کے بارے میں دونوں کے مابین بحث و گفتگو رہتی۔[38]

محمد اسد اور ڈاکٹر محمد اقبال کے خیالات و افکار:

محمد اسد اور ڈاکٹر محمد اقبال کے خیالات و افکار اور ان کے شعر و فن کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ خود ڈاکٹر محمد اقبال اس زیرک و جری نومسلم کے جذبہ اسلامیت اور ان کے فہم و تصور اسلام کی بڑی قدر کرتے تھے ساتھ ہی وہ اسے علمی و فکری کاموں کے لیے تحریک بھی کرتے۔[39]

خصوصاً ڈاکٹر محمد اقبال کی تحریک پر محمد اسد نے بخاری شریف کے انگریزی زبان میں ترجمہ و شرح کا بیڑا اٹھایا (۱۹۳۸-۱۹۳۴ء)۔ ڈاکٹر محمد اقبال نے محمد اسد کو اور دورِ جدید کی اسلامی ریاست کے لیے ایک دستوری خاکہ کی تدوین کی تحریک بھی کی تھی۔[40]

محمد اسد نے عرفات پبلی کیشنز کے نام سے:

محمد اسد نے عرفات پبلی کیشنز کے نام سے اپنا ذاتی مطبعہ (سری نگر ۱۹۳۵ء، لاہور ۱۹۳۶ـ۱۹۳۹ء) بھی قائم کیا۔ جہاں سے انہوں نے بخاری شریف کے ترجمہ و شرح (بزبان انگریزی) کی اشاعت کا سلسلہ شروع کیا۔ محمد مارماڈیوک پکتھال کے انتقال کے بعد مجلہ "اسلامک کلچر، (حیدر آباد دکن) کے مدیر

37 روزنامہ انقلاب (لاہور) 20 فروری 1983ء ص، 5

38 سید نذیر نیازی، اقبال کے حضور، ص، 383، کراچی 1971ء

39 محمد اسد، Sahih Al-Bukhari مصنف، وہی دیباچہ، جا، The Road to Mecca": 1، 2 ص، Iqbal's Role in Muslim Thought مشمولہ، "The Voice of Islam 233 ص، 1957ء، (کراچی)

40 سید نذیر نیازی (مرتب) مکتوباتِ اقبال، ص، **161**

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 3 (July-September 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 27, 2025

(۱۹۳۶۔۱۹۳۸ء) بھی رہے۔ بعدازاں انہوں نے Arafat: A Monthly Critique of Muslim Thought کے نام سے اپنا انگریزی مجلہ جاری (۱۹۴۶ء) کیا۔ قیام پاکستان کے بعد وہ حکومت پنجاب کے قائم کردہ۔ Department of Islamic Reconstruction کے ناظم کے منصب پر فائز (۱۹۴۷ء۔ ۱۹۴۹ء) ہوئے۔ موصوف نے وزارت خارجہ میں مشرق وسطیٰ ڈویژن کے ناظم اعلیٰ (۱۹۴۹ء۔ ۱۹۵۲ء) کے طور پر مشرقِ وسطیٰ کے ساتھ پاکستان کے سیاسی و سفارتی روابط کے قیام میں سر گرم کردار ادا کرنے کے علاوہ اقوام متحدہ میں پاکستان کے Minister Plenipotentiary کے طور پر بھی خدمات انجام (۱۹۵۳-۱۹۵۲ء) دیں۔ اسد عرصہ چالیس سال تک مغرب میں اسلام کے ایک پر جوش اور صادق و خلص سفیر کے طور پر سر گرم عمل رہنے کے بعد فروری ۱۹۹۲ء میں اس جہان فانی سے اپنے رب کے حضور پہنچ گئے۔ عصر جدید میں احیائے اسلام، اسلامی اصول واقدار کی اساس پر اسلامی معاشرہ اور ریاست کی تشکیل نو، ان کی علمی و فکری سر گرمیوں کا بنیادی موضوع ہے۔ اسلامی فقہ و قانون، اسلام میں ریاست و حکومت کے بنیادی اصول، مغربی تہذیب و تمدن کی تنقید و تردیدہ ترجمہ و تفسیر قرآن اور امام بخاری کی الجامع اصح کے بعض ابواب کا انگریزی و ترجمہ و تشریح جسے متنوع موضوعات پر انہوں نے گرانقدر تصانیف (جو مغرب میں ''اسلام'' کے تعارف کا ایک انتہائی موثر وسیلہ بن گئی ہیں) یادگار چھوڑی ہیں۔

محمد اسد کے تصورِ اسلام:

محمد اسد کے تصورِ اسلام میں مملکت و حکومت کے قیام کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ جس کے بغیر ان کے نزدیک اقامت دین اور حقیقی اسلامی زندگی کا وجود امر محال ہے۔ بالالفاظ دیگر ان کے خیال میں اسلامی نظریہ حیات کی مکمل پیروی اور امت مسلمہ کی بعثت کے مقاصد کے حصول اور اس کے مصالح و مفادات کے تحفظ کی غرض سے اسلامی مملکت و حکومت کا قیام ایک ناگزیر شرط ہے۔ ریاست و حکومت کا قیام دینی و شرعی واجبات میں سے ہے۔ اسلام اپنے پیروؤں سے ایک متعین سیاسی ہیئت کے قیام کا مطالبہ کرتا ہے اور اس غرض سے اصولی ہدایات دیتا ہے۔ محمد اسد عصر جدید میں احیائے اسلام کی

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 3 (July-September 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 27, 2025

غرض سے بھی اسلام کے نظریہ اجتماع وسیاست پر مبنی اسلامی ریاستوں کے قیام کو ضروری خیال کرتے ہیں چنانچہ وہ بعد از قبول اسلام ایک حقیقی و اسلامی ریاست کے قیام کے شدید آرزومند بلکہ اس کے لیے عملاً بھی کوشاں رہے۔[41]

پاکستان میں اسلامائزیشن کی کوششوں میں علامہ محمد اسد کے کردار کا تحقیقی جائزہ

پاکستان کی تین سالہ سفارتی کارکردگی:

پاکستان کو بنے تین سال ہو چکے تھے یہ سنہ 1951 تھا اور ابھی تک سعودی عرب میں پاکستان کا سفارتخانہ قائم نہ ہو سکا تھا مصر میں پاکستان کے سفیر سعودی عرب میں پاکستانی امور نمٹاتے تھے۔ جدہ میں ایک بے ضابطہ قونصل خانہ تھا۔

وزیر اعظم لیاقت علی خان کے زیر سایہ کردار:

مئی سنہ 1951 میں پاکستان نے سفارتخانے کی اجازت کے لیے ایک اعلیٰ سطحی وفد سعودی عرب بھیجا۔ وزیر اعظم لیاقت علی خان نے قومی اسمبلی کے سپیکر مولوی تمیز الدین خان کو اس وفد کا سربراہ مقرر کیا لیکن عملاً وفد کی سربراہی محمد اسد کے پاس تھی وہ اس وقت وزارت خارجہ کے افسر تھے۔[42]

سعودی عرب کے ساتھ اسد کی تاحیات وابستگی:

صائمہ شبیر اور نتالیا لاسکوسکا نے محمد اسد کو پاکستان اور سعودی عرب کے درمیان دوستانہ تعلقات کے قیام میں سرخیل قرار دیا ہے۔ ان کی تحقیق ہے کہ سعودی عرب کے ساتھ اسد کی تاحیات وابستگی سنہ 1927 میں مکہ مکرمہ کے سفر میں شروع ہوئی تھی۔ یہاں مملکت کے پہلے حکمران شاہ عبدالعزیز السعود سے ملاقات کی اور ان سے دوستی ہو گئی۔ اسد سعودی شاہی خاندان کے قریب رہے۔ وہ شہزادہ فیصل کے بہت قریب تھے جو اس وقت سعودی عرب کے وزیر خارجہ اور تخت کے جانشین تھے۔ کئی سال بعد انھوں نے اس تعلق سے سعودی اور پاکستانی تعلقات کو مضبوط بنایا۔

اسلامی ریاست کی مذہبی سمت اور محمد اسد:

41 محمد اسد، The Principles of State and Government in Islam، ص10

42 محمد ارشد اسلامی ریاست کی تشکیل جدید...، ص باب 3، ص، 211

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 3 (July-September 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 27, 2025

دانشور لیاقت علی کا کہنا ہے کہ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ قیام پاکستان کے بعد اس نوزائیدہ ریاست کو قرون وسطی کے مذہبی تصورات اور عقائد کے مطابق بنانے اور چلانے میں علمانے اہم اور بنیادی کردار ادا کیا تھا حالانکہ ایسا ہر گز نہیں۔ محمد اسد کا حوالہ دیتے ہوئے وہ کہتے ہیں کہ انھوں نے پاکستانی ریاست کی مذہبی سمت کا تعین کرنے میں اہم اور بنیادی کردار ادا کیا۔ ان کا تصور اسلام بادشاہت اور جاگیر دارانہ مفادات کے تابع تھا۔ وہ اسلام کی ایسی تعبیر پر یقین رکھتے تھے جو جمہوری مسلمان عوام کے مفادات اور مطالبات سے متصادم تھی۔ اسد چونکہ جاگیر داری نظام کو اسلامی اصولوں کے مطابق جواز فراہم کرتے تھے اس لیے مسلم لیگی جاگیر داروں کے قریب تھے۔[43]

پنجاب کے پہلے وزیر اعلیٰ اور ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک ری کنسٹرکشن:

پنجاب کے پہلے وزیر اعلیٰ نواب افتخار حسین ممدوٹ نے ان کی سربراہی میں ایک محکمہ بنایا تھا جس کا نام تھا ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک ری کنسٹرکشن۔ اسے موجودہ اسلامی نظریاتی کونسل کا پیش رو ادارہ کہا جا سکتا ہے۔ بعد ازاں انھیں وزارت خارجہ میں مشرق وسطی کے ضلع کا انچارج بنا دیا گیا اور پھر اقوام متحدہ میں پاکستان کا مستقل مندوب۔

جنرل ایوب خان اور جنرل ضیاء الحق علامہ محمد اسد کے مداحین میں:

جنرل ایوب اور جنرل ضیا الحق کا شمار ان کے مداحین میں ہوتا ہے۔ جنرل ضیا کے عہد میں انھوں نے پاکستان کا سرکاری دورہ کیا تھا اور مختلف شہروں میں لیکچرز بھی دیے تھے اور ان کے اعزاز میں تقریبات کا انعقاد بھی کیا گیا تھا۔ تاہم شکیل چودھری کی تحقیق ہے کہ مولانا مودودی نے اپنے ایک خط میں لکھا تھا کہ اسد مقبول اسلام کے ابتدائی زمانے میں راسخ العقیدہ اور باعمل مسلمان تھے مگر بعد میں آہستہ آہستہ انھوں نے نام نہاد روشن خیال مسلمانوں کے انداز اپنا لیے بالکل اصلاح پسند یہودیوں کی مانند۔[44]

جنرل ضیاء الحق نے اسلامی قوانین کے لیے علامہ محمد اسد کو بلایا:

43 محمد ارشد اسلامی ریاست کی تشکیل جدید، ص باب 3، ص، 211

44 ایضاً، باب، 4، ص، 215

OPEN ACCESS

CC BY

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 27, 2025

1982ء(یا1984ء) میں صدر ضیاء الحق نے انہیں اسلامی قوانین کے متعلق مشاورت کے ضمن میں علامہ محمد اسد کو پاکستان بلایا وہ انٹر کانہ مینٹل ہوٹل راولپنڈی میں ٹھہرے ہوئے تھے۔

اسلامائزیشن اور اسلامی نظریاتی کونسل:

جنرل ضیاء الحق کے دور میں قوانین کی اسلامائزیشن کا آغاز ہوا۔ اگرچہ آئین کا مشورہ اس کے برعکس تھا لیکن اسلامی نظریاتی کونسل میں مذہبی علما کی تعداد میں اضافہ کیا گیا جس سے کونسل کی ساخت اور فرائض متاثر ہوئے۔ ابتدائی رولز کے برعکس اب چیئر مین کا جج ہونا ضروری نہیں رہا۔ اب کونسل کا رول صرف ایڈوائزری ہے۔ پارلیمنٹ میں کبھی بھی اس کی رپورٹ یا تجاویز پر بحث نہیں کی گئی حالانکہ آئین کے تحت ایسا کرنا ضروری ہے۔ ہماری سیاسی حکومتیں علما کو خوش کرنے کے لئے اس کونسل کو استعمال کرتی رہی ہیں۔ مختلف سیاسی پارٹیوں میں عہدے رکھنے والے علما کی کونسل میں تقرری کی جاتی رہی ہے کونسل کا رول صرف قوانین اور قانون سازی کا جائزہ لینا ہے۔ وزارت مذہبی امور اور دیگر سرکاری ادارے اس کے پاس سوالات بھیجتے رہتے ہیں اور یوں اسے دارالافتاء کی حیثیت دے دی گئی ہے۔[45]

نفاذ شریعت اور اصولی رہنمائی:

نفاذ شریعت کے حوالہ سے پاکستان کے علماء کرام اور دینی حلقوں کا ہوم ورک اور فائل ورک اس قدر مکمل اور جامع ہے کہ دنیا کے کسی بھی حصہ میں نفاذ اسلام کے لیے پیش رفت ہو تو ہمارا یہ ہوم ورک اس کے لیے بنیادی اور اصولی راہنمائی فراہم کر سکتا ہے۔ حتیٰ کہ طالبان کے دور حکومت میں مجھے قندھار جانے کا اتفاق ہوا تو میں نے ان کے ذمہ دار حضرات کے سامنے تجویز رکھی کہ وہ اس سلسلہ میں پاکستان میں اب تک ہونے والے ہوم ورک سے استفادہ کریں اور اسے سامنے رکھ کر افغانستان کے ماحول اور ضروریات کے دائرے میں اسلامائزیشن کی طرف پیش رفت کریں اور تین تجاویز پیش کیں۔

اسلامائزیشن اور تجاویز:

45 مولانا محمد حنیف ندوی مقدمہ، مشمولہ مولانا ابوالکلام آزاد، ج3، ص،12

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 3 (July-September 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 27, 2025

1۔ پرائیویٹ سطح پر مختلف مکاتب فکر کے اکابر علماء کرام کی مشترکہ کاوشیں جو ۲۲ دستوری نکات اور اس طرز کی دیگر بہت سی دستاویزات کی صورت میں موجود ہیں اور جن پر تمام مکاتب فکر آج بھی متفق ہیں۔

2۔ حکومتی سطح پر قیام پاکستان کے بعد علامہ محمد اسدؒ کی راہنمائی میں قائم ہونے والے ادارہ اور اس کے بعد تعلیمات اسلامیہ بورڈ، اسلامی مشاورتی کونسل اور اسلامی نظریاتی کونسل کی مسلسل محنت اور ان کی وقیع رپورٹیں۔

3۔ وفاقی شرعی عدالت اور سپریم کورٹ کے شریعت ایپلیٹ بینچ کے متعدد اہم فیصلے جو نفاذ شریعت کے لیے اصولی اور عملی بنیاد فراہم کرتے ہیں۔[46]

علامہ محمد اسد کہتے ہیں میری طالب علمانہ رائے میں اگر ان تین دائروں کی علمی کاوشوں کو منظم اور مرتب انداز میں سامنے لایا جائے تو اسلامی جمہوریہ پاکستان میں نفاذ اسلام کے بارے میں اور کسی طرف دیکھنے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہ جاتی۔ ہمارے ہاں جو کمی ہے وہ راہنمائی کی نہیں بلکہ عملی اقدامات کے لیے سنجیدگی کی ہے اور ہمیشہ یہ غیر سنجیدگی ہی شرعی قوانین کے نفاذ میں حائل رہی ہے۔ البتہ ان علمی کاوشوں اور اجتہادی مساعی کے وقیع اور جامع ہونے کے ساتھ ساتھ جہاں اس بات کی ضرورت ہے کہ انہیں فنی زبان و اسلوب کے ساتھ عوامی انداز میں منتقل کر کے منظم اور مرتب صورت میں سامنے لایا جائے وہاں اس بات کا خلاء بھی میرے جیسے نظریاتی کارکنوں کو محسوس ہوتا ہے کہ ان علمی و اجتہادی مساعی کے واقعاتی پس منظر اور مراحل کو بھی واضح کیا جانا چاہیے کیونکہ علمی و فکری دنیا میں کسی بھی ارتقاء و تبدیلی اور تشکیلِ نو کے سماجی تناظر اور واقعاتی پس منظر کو سمجھے بغیر اس کی افادیت و اہمیت کا پوری طرح ادراک نہیں کیا جا سکتا اور یہ الجھن صرف مذکورہ بالا علمی اداروں کے کام میں نہیں بلکہ ہمارے مفتیان کرام کے ان شخصی فتاویٰ کے بارے میں بھی درپیش ہے کہ ماحول عرف اور تعامل میں تبدیلی کے باعث کسی مسئلہ میں روایتی موقف سے ہٹ کر کوئی رائے اختیار کی جاتی ہے تو وجہ واضح نہ ہونے کی وجہ سے وہ رائے کنفیوژن کا باعث بن جاتی ہے۔ چنانچہ اسلامی نظریاتی کونسل، وفاقی شرعی عدالت اور سپریم کورٹ کے شریعت ایپلیٹ بینچ جیسے اداروں کے علمی اور اجتہادی فیصلوں کے ساتھ ساتھ ان کے واقعاتی پس منظر، سماجی ضرورت اور ضرورت و تعامل کے تقاضوں کو عام

[46] ایضاً، ج3، ص14

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 3 (July-September 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 27, 2025

فہم انداز میں واضح کرنا بھی ضروری ہے۔ میرے خیال میں تاریخی پس منظر اور واقعاتی ماحول کے مرحلہ وار تذکرہ سے یہ ضرورت کسی حد تک پوری ہو جاتی ہے۔[47]

اس کے ساتھ ایک بات اور بھی توجہ طلب ہے کہ پاکستان میں نفاذ اسلام کی جدوجہد کے بارے میں سیکولر حلقوں کی طرف سے تسلسل کے ساتھ یہ بات دہرائی جارہی ہے کہ یہ محض ایک سیاسی نعرہ تھا جو تحریک پاکستان میں عوام کی حمایت حاصل کرنے کے لیے لگایا گیا تھا جبکہ پاکستان کے قائدین کے ذہن میں اس کے لیے کوئی باقاعدہ اور مربوط پروگرام نہیں تھا اور نہ ہی وہ پاکستان میں شرعی احکام و قوانین کے عملی نفاذ کے لیے سنجیدہ تھے۔ سیکولر حلقوں کے اس موقف سے تحریک پاکستان کی قیادت کے فکری اور اخلاقی معیار کے بارے میں کیا تاثر قائم ہوتا ہے، وہ اس سے بے پرواہو کر اس بات کو ہر سطح پر اور ہر موقع پر دہراتے چلے جارہے ہیں۔ اس بے بنیاد اور غیر معقول موقف کی حقیقت واضح کرنے کے لیے بھی ضروری ہے کہ قیام پاکستان سے قبل اور اس کے بعد تحریک پاکستان کے قائدین کی طرف سے کی جانے والی کوششوں کو منظم انداز میں سامنے لایا جائے تاکہ تحریک پاکستان کی قیادت پر لگائے جانے والے اس الزام کو صاف کیا جاسکے کہ انہوں نے محض مسلمانوں کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لیے سیاسی طور پر پاکستان میں نفاذ اسلام کا نعرہ لگادیا تھا۔

علامہ محمد اسد اور اسلامی قانون:

علامہ محمد اسد کے نزدیک شریعت کے نام پر قدیم روایتی فقہ کے نفاذ کا مطلب پاکستان کو زوال وانحطاط کی راہ پر بدستور گامزن رکھنا ہے۔ گویا ان کی نظر میں جس طرح سے فرنگیت و مغربیت (مغرب زدگی) پاکستان کی اسلامی تشکیل کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ ہے بالکل اسی طرح قدامت پسندی بھی مانع ہے۔ پھر ایک اور رکاوٹ جو اس راہ میں درپیش تھی وہ اسلامی قانون کا مرتب و مدون حالت میں نہ ہونا ہے۔ اسد کے الفاظ یوں ہیں دور جدید میں احیائے ملت کے راستے میں اسلامی نقطہ نظر سے جو بڑی مشکل پیش آتی ہے اور جس کی وجہ سے ہم کوئی صاف واضح اور عملی اسکیم تیار نہیں کرسکتے یہ ہے کہ

47 مولانا محمد حنیف ندوی مقدمہ، مشمولہ مولانا ابوالکلام آزاد، ترجمان القرآن، ج3، ص16

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 3 (July-September 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 27, 2025

ہمارے پاس قوانین شریعت کا کوئی ایسا جامع ضابطہ (Code) موجود نہیں ہے جس کا اطلاق تمام اجتماعی امور میں متفقہ طور پر ہوتا ہو یعنی جس کے بارے میں سب مذاہب نہیں تو کم از کم اکثریت کا اتفاق موجود ہو۔[48]

اسلامی دستور کا خاکہ اور علامہ محمد اسد:

محمد اسد نے پاکستان کے لیے اسلامی دستور کا جو خاکہ (Blueprint) تجویز کیا ہے اور اپنی دیگر مختلف تحریروں میں بالخصوص اسلام میں مملکت و حکومت کے بنیادی اصول(The Principles of State and Government in Islam)اور ترجمہ وتفسیر قرآن The Message of the Quran) میں اسلام کی سیاسی تعلیمات اور اُس کے دستوری قانون کی جو توضیح و تشریح کی ہے ان میں انہوں نے ایک جدید اسلامی جمہوری (شوروی) و فلاحی ریاست کا ماڈل پیش کرنے کی سعی کی ہے۔ ایک ایسی ریاست جو ایک طرف اسلام کے سیاسی اصول واحکام پر استوار ہو اور ساتھ ہی عصر جدید کے تقاضوں سے بھی ہم آہنگ ہو۔ محمد اسد نے اس سلسلہ گفتگو میں اسلامی ریاست کے تصور سے متعلق تمام اہم اور بنیادی علمی و دستوری مسائل کا احاطہ کیا ہے۔ انہوں نے بطور خاص اسلامی ریاست کی تعریف، اس کے شرائط اور متضمنات (یعنی کسی ریاست کے اسلامی ہونے کے کم از کم شرائط و مطالبات کیا ہیں) اسلامی ریاست کا مقصد وجود، نوعیت و ماہیت اور اس کی بنیادی ولازمی خصوصیات، جو اسے دیگر ریاستوں سے ممتاز و ممیز کرتی ہوں، کی وضاحت کے علاوہ اعضائے ریاست عاملہ، متقنہ (مجلس شوریٰ) اور عدلیہ کی تشکیل و تنظیم اور ان کے دائرہ ہائے اختیارات، اسلامی ریاست میں شہریوں کے حقوق و فرائض اور قانون سازی واجتہاد جیسے مسائل کو موضوع بنایا ہے۔ انہوں نے یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ عصر حاضر میں ریاستی اداروں کو کس طرح سے اسلام کے سانچوں میں ڈھالا جا سکتا ہے اور عملاً ایک اسلامی ریاست کسی نقشے پر بن سکتی ہے۔

اسلامی ریاست کے احیاء و ترء تشکیل جدید سے محمد اسد کی مراد ہر گز یہ نہیں ہے کہ صدر اسلام کی اسلامی ریاست (خلافت راشدہ) کے سیاسی وانتظامی نظائر (Precedents) کی مکمل طور پر پیروی کی جائے اور خلفائے راشدین کے دور کے انتظامی و ملکی اداروں کو، جو کسی حد تک اس دور کے سیاسی و تمدنی حالات کی پیداوار تھے دور جدید کی اسلامی ریاست میں بھی من و عن قائم و برقرار رکھا جائے۔ بلکہ وہ جدید معاصر دنیا کے تجربات سے اخذ و

[48] محمد ارشد اسلامی ریاست کی تشکیل جدید: محمد اسد کے افکار کا تنقیدی مطالعہ، پی۔ایچ۔ڈی، مقالہ، باب3،ص 239

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 3 (July-September 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 27, 2025

اکتساب کرتے ہوئے اسلامی ریاست کے ڈھانچے اور اس کے اداروں کی تشکیل نو چاہتے ہیں چنانچہ محمد اسد نے اسلامی ریاست کی تشکیل جدید کا جو منہاج وضع کیا ہے اس میں انہوں نے براہ راست قرآن وسنت سے سیاسی و دستوری اصول اخذ کر کے (قدیم فقہ اور ائمہ مجتہدین کے خلافت وامامت سے متعلق آراء و خیالات کو ایک طرف رکھتے ہوئے) اور جدید مغرب کے تجربات کو سامنے رکھتے ہوئے اسلامی ریاست کی تعمیر نو کی بنیاد فراہم کرنے کی سعی کی ہے۔ان کی رائے میں شریعت (نصوص قرآن و سنت) نے مملکت و حکومت کے باب میں صرف چند بنیادی اصول دینے پر اکتفا کیا ہے اور زیادہ تر تفصیلات کو اجتہادی امر قرار دیتے ہوئے انہیں امت کی صوابدید پر چھوڑ دیا ہے۔ بطور مثال شریعت میں یہ اصول مقرر کر دیا گیا ہے کہ مسلمانوں کے اولوالامر مسلمان ہوں گے اور عدل و تقویٰ اور امانت جیسی صفات کے حامل ہوں گے جبکہ کاروبار حکومت شوریٰ کے ذریعے چلایا جائے گا۔تاہم سیاسی قیادت کے انتخاب کے طریق کار اور حلقہ رائے دہندگان اور مجلس شوریٰ کی ترکیب و طریق انتخاب کے بارے میں سکوت اختیار کیا گیا ہے لہذا ان امور سے متعلق شریعت کی روح اور مقاصد کے پیش نظر ہر عہد میں جو بھی طریق کار اختیار کیا جائے گا وہ عین اسلامی ہو گا۔ محمد اسد کی رائے میں شریعت نے سیاسی قانون بالالفاظ دیگر اسلامی ریاست کے دستور میں حرکت وارتقاء کی پوری رعایت کی ہے لہذا شریعت کے چند دائمی و غیر متبدل احکام کو چھوڑ کر اسلامی ریاست کے دستور کے بڑے حصے کو حالات و زمانہ کے تقاضوں کے تحت تبدیل کیا جا سکتا ہے بلکہ ایسا کیا جانا ضروری ہے۔[49]

محمد اسد کی رائے میں کسی ریاست کے اسلامی ہونے کے لیے جو تقاضا کیا جا سکتا ہے یعنی کسی ریاست کے اسلامی ہونے کے لیے کم از کم جن شرائط اور مطالبات کا پورا کیا جانا ضروری ہے وہ یہی ہیں کہ :

ا۔ اس کے دستور میں اللہ تعالٰی کی حاکمیت (Sovereignty) کو تسلیم کیا گیا ہو۔اس کے دستور میں قرآن وسنت کے احکام کو سمویا گیا ہو یعنی اس کے دستور اور اس کے افعال (Paractices) میں قرآن وسنت کے واضح کے احکام کو گیا ہو یعنی اور اور صریح احکامات (نصوص) کا پوری طرح سے ظہور ہو۔ چنانچہ اس ریاست میں شریعت (نصوص قرآن وسنت) کو ملک کے اعلیٰ و برتر قانون (Supreme Law) کی حیثیت حاصل

49 صدیقی، عبدالحمید، شاہ راہ مکہ (تلخیص و تبصرہ)، ترجمان القران، لاہور 1999ء

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 3 (July-September 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 27, 2025

ہو گی اور وہ ہر نوع کی قانون سازی کی اساس بنیادی ماخذ ہو گی۔ کوئی قانون اس برتر و اعلیٰ قانون کے منافی وضع نہیں کیا جائے گا۔ شریعت سے متصادم وضع کیا گیا کوئی قانون یا انتظامی حکم ہر گز جائز متصور نہ ہو گا بلکہ منسوخ و مسترد قرار پائے گا۔

ب۔ اس ریاست میں سیاسی قیادت و حکومت مسلم معاشرے ہی کے کسی فرد کے پاس رہے گی۔

ج۔ نظم و نسق ریاست کاروبار حکومت کی بنیاد شورائیت پر ہو گی۔

د۔ اس ریاست میں خدا تعالیٰ کی حاکمیت کے تحت اقتدار و حکومت کی امین و کفیل بحیثیت مجموعی امت مسلمہ ہے لہذا حکومت (انتظامیہ) اور مقننہ (مجلس شوریٰ) کی تشکیل و قیام بہر طور جمہور امت کی آزادانہ مرضی ورائے سے (بذریعہ انتخاب) ہی عمل میں آنا چاہیے۔ جمہور کو حکومت کے انتخاب و تقرر اور اس کے احتساب و مؤاخذہ اور اس کو معزول کرنے کا بھی پورا حق حاصل ہے۔[50]

اوکسیڈینٹلزم پر علامہ محمد اسد کا کام: تفصیل

1۔ مغربی تہذیب کی روحانی و اخلاقی تنقید

محمد اسد نے مغربی تہذیب کو مادیّت پرستی، اخلاقی زوال، اور روحانی خلا کی حامل تہذیب قرار دیا۔ ان کا کہنا تھا کہ:

" > مغرب نے مادّی ترقی تو حاصل کر لی ہے، مگر اس نے روحانی اور اخلاقی قدریں قربان کر دی ہیں۔"

یہ نقطۂ نظر اوکسیڈینٹلزم کی بنیاد ہے، جہاں مغربی دنیا کو "دوسرا (The Other) " سمجھ کر اس کا تنقیدی جائزہ لیا جاتا ہے، جیسے ایڈورڈ سعید نے مشرق کی طرف "اورینٹلزم" میں کیا۔

2۔ کتاب "Islam at the Crossroads" (1934)

یہ علامہ محمد اسد کی سب سے اہم کتاب ہے جس میں انہوں نے نوجوان مسلمانوں کو مغرب سے مرعوب ہونے کے بجائے اسلام کی طرف پلٹنے کی تلقین کی۔

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 3 (July-September 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 27, 2025

وہ لکھتے ہیں کہ مغربی معاشرہ ظاہری چمک دمک رکھتا ہے مگر باطنی طور پر کھوکھلا ہے۔

مسلمانوں کو مغرب کی نقالی کے بجائے اپنی تہذیبی شناخت کو مضبوط کرنا چاہیے۔

3۔ کتاب "The Road to Mecca"

یہ ان کی سوانح عمری ہے، جس میں انہوں نے ایک یورپی صحافی سے ایک مسلمان مفکر اور مبلغ بننے کے سفر کو بیان کیا ہے۔اس کتاب میں بھی مغربی معاشرے سے ان کا فکری اور روحانی تصادم نمایاں ہے۔

وہ بتاتے ہیں کہ مغرب میں انہیں انسانی رشتے مصنوعی اور زندگی کا مقصد غیر واضح لگا، جبکہ اسلام نے انہیں ایک جامع اور فطری زندگی دی۔

4۔اسلامی فکر کی بنیاد پر مغرب کی تعبیر

محمد اسد نے کہا کہ مغرب کا مسئلہ صرف دین سے دوری نہیں بلکہ فکر اور تصورِ حیات کی خرابی ہے۔

ان کے مطابق مغرب کا انسان انفرادی آزادی کو اس قدر بڑھا چکا ہے کہ وہ معاشرتی توازن کو کھو چکا ہے۔

5۔ سیاسی و تہذیبی پہلو

انہوں نے مغربی سامراج کی بھی شدید مذمت کی، خاص طور پر مسلمانوں کی تہذیبی شناخت کو مٹانے کی کوششوں کی۔

وہ اقوام متحدہ میں پاکستان کے نمائندے بھی رہے اور وہاں بھی مغربی طاقتوں کی دہرے معیار (Double Standards) پر تنقید کی۔

محمد اسد کی Occidentalism پر کام کی جہات:

1۔ فکری (Intellectual) تنقید

محمد اسد نے مغربی فکر (Western Rationalism) پر تنقید کی، خاص طور پر اس کی مذہب بیزار سوچ پر۔

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 3 (July-September 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 27, 2025

ان کے مطابق مغربی فکر نے عقلیت پرستی (Rationalism) کو اس قدر بڑھایا کہ روحانیت کو غیر سائنسی یا غیر عقلی سمجھنا شروع کر دیا۔

" >مغربی فلسفہ انسانی عقل کو معبود بنانے پر تُلا ہوا ہے، جبکہ اسلام عقل کو وحی کے تابع رکھتا ہے۔"

2۔روحانی واخلاقی تنقید

انہوں نے مغربی معاشرت کی اخلاقی اقدار میں زوال کی نشاندہی کی۔ آزادی، جنسی بے راہ روی، مادہ پرستی اور خود غرضی کو انہوں نے انسانی روح کے لیے خطرہ قرار دیا۔

3۔ تہذیبی تنقید

مغربی تہذیب کو "میکانکی (mechanistic) "اور "مصنوعی" تہذیب قرار دیا جو صرف مادی آسائش کو اہمیت دیتی ہے، جبکہ اسلامی تہذیب انسان کی فطرت اور روح کی تطہیر پر زور دیتی ہے۔

4۔ سیاسی تنقید

محمد اسد نے نوآبادیاتی طاقتوں (colonial powers) پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ مغرب نے مسلمانوں کی تہذیب اور تشخص کو کچلنے کی کوشش کی، اور اُنہیں اپنی اقدار کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی۔

مکالمہ (Dialogue) کا زاویہ: محمد اسد کا پیغام

✦ اسلام اور مغرب کو ایک دوسرے کا مخالف بنانے کے بجائے ایک فکری مکالمہ ہونا چاہیے۔

محمد اسد مغرب کو یکسر رد نہیں کرتے، بلکہ وہ مغرب کی مفید چیزوں جیسے علم، تنظیم، سچائی سے محبت، تحقیق کی تعریف کرتے ہیں، لیکن تنبیہ کرتے ہیں کہ:

" >اگر مسلمان مغرب کی ظاہری ترقی سے مرعوب ہو کر اپنی روحانی اور تہذیبی اساس کھو دیں، تو وہ کچھ بھی حاصل نہ کر سکیں گے۔"

✦ محمد اسد کی دعوت:

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 3 (July-September 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 27, 2025

مغرب کو اسلامی فکر کا تعارف کرایا جائے تاکہ مغرب بھی روحانیت کی طرف رجوع کرے۔

مسلمان اپنی شناخت پر فخر کرتے ہوئے مغرب سے علمی و معاشی ترقی تو سیکھیں، مگر تہذیب میں مرعوب نہ ہوں

یہ ایک نہایت بصیرت افروز سوال ہے، اور محمد اسد کی فکریات کا مرکزی نکتہ بھی یہی ہے:

روحانی جلاوطنی (Spiritual Exile) اور مغربی مادیت (Western Materialism) ۔

محمد اسد کا سفر، جیسا کہ ان کی کتاب "The Road to Mecca" میں بیان ہوا ہے، ایک فرد کی مغربی دنیا کی چکاچوند سے نکل کر روحانی حقیقت کی تلاش کی علامت ہے۔ یہ سفر صرف جغرافیائی نہیں، بلکہ قلبی، فکری اور روحانی ہجرت ہے۔

✦ روحانی جلاوطنی کیا ہے؟

روحانی جلاوطنی سے مراد انسان کا اپنے روحانی مرکز (خدا، فطرت، فطری مقصد) سے دور ہو جانا ہے۔ یہ دوری انسان کو اندر سے خالی، بے سکون، اور بے مقصد کر دیتی ہے۔

محمد اسد کے نزدیک:

" > مغربی انسان نے اپنے آپ کو کائنات کا مرکز سمجھ لیا، اور اس کے نتیجے میں وہ اپنے خالق سے دور ہو کر ایک روحانی خلا کا شکار ہو گیا۔"

✦ مغربی مادیت کیا ہے؟

مغربی مادیت کا مطلب ہے:

زندگی کا مقصد صرف مادی ترقی، معاشی خوشحالی اور دنیاوی کامیابی بنانا۔

روحانی، اخلاقی، اور ماورائی اقدار کو نظرانداز کرنا۔

اسد لکھتے ہیں:

"مغرب نے انسان کے جسم کی تسکین کے لیے سب کچھ حاصل کر لیا، مگر اس کی روح کے لیے کچھ نہیں بچا۔"

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 3 (July-September 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 27, 2025

علامہ محمد اسد کا روحانی سفر "The Road to Mecca"

1۔ ابتدائی بے سکونی

مغرب میں پرورش پانے کے باوجود اسد ہمیشہ ایک اندرونی اضطراب محسوس کرتے تھے۔

انہیں لگتا تھا کہ مغرب نے زندگی کو سائنس اور عقل میں قید کر دیا ہے، مگر اس کا مقصد کھو دیا ہے۔

2۔ اسلام سے تعارف: روح کی بیداری

فلسطین کے دورے میں انہوں نے مسلمانوں کو دیکھا جو سادگی، عبادت، اور توکل کے ساتھ جی رہے تھے۔

اذان، نماز، قرآن، اور اسلامی تہذیب نے ان کے اندر وہ روحانی روشنی پیدا کی جس کی انہیں تلاش تھی۔

3۔ اسلامی تصورِ انسان

اسلام میں انسان خدا کا بندہ ہے، نہ کہ کائنات کا مالک۔

اسد نے محسوس کیا کہ اسلامی فکر انسان کو اُس کے مقام پر رکھتی ہے: عبد، خلیفہ، اور ذمہ دار۔

محمد اسد کا پیغام: ہم کیا سیکھتے ہیں؟

1۔ مغربی تہذیب کی چمک دمک ہمیں دھوکہ دے سکتی ہے

مادی کامیابی کے باوجود، اندرونی سکون کا فقدان ہمیں بتاتا ہے کہ کچھ "بنیادی" گم ہو چکا ہے۔

2۔ اسلام ایک مکمل اور فطری نظام ہے

جو انسان کی عقل، جذبات، روح اور جسم کو ہم آہنگ کرتا ہے۔

3۔ روحانی جلاوطنی کا علاج صرف واپسی ہے

خدا کی طرف، وحی کی طرف، اور اُس اصل شناخت کی طرف جو ہمیں صرف اسلام دیتا ہے۔

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 3 (July-September 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 27, 2025

"میں نے محسوس کیا کہ میری روح اپنے اصل وطن (اسلام) کی طرف لوٹ رہی ہے، اور تب مجھے اپنے ہونے کا مطلب سمجھ آیا۔"

محمد اسد کی مسلم دنیا اور مغرب پر تنقید کا تقابلی جائزہ:

محمد اسد (Leopold Weiss)، جو ایک آسٹریائی نژاد نو مسلم دانشور، مترجم قرآن، اور سفار نگار تھے، نے اپنی تحریروں اور عملی زندگی میں اسلامی و مغربی تہذیب دونوں پر تنقیدی نگاہ ڈالی۔ وہ دونوں کے محاسن اور نقائص پر گہری بصیرت رکھتے تھے۔ ان کی تنقید متعادل، فکری، اور اصلاحی نوعیت کی تھی، جس کا مقصد نہ تو مغرب کو مکمل رد کرنا تھا اور نہ ہی مسلم دنیا کو مثالی بنا کر پیش کرنا، بلکہ دونوں کی خامیوں کی نشاندہی کر کے ایک معقول اور اسلامی فکری راستہ تجویز کرنا تھا۔

نیچے ہم محمد اسد کی مسلم دنیا اور مغرب پر تنقید کا تقابلی جائزہ پیش کرتے ہیں:

🕌 مسلم دنیا پر محمد اسد کی تنقید:

🧠 **فکری جمود:** مسلم معاشروں میں اجتہاد کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ تقلید اور روایت پرستی غالب آ گئی ہے۔

📚 **تعلیم و علم:** مسلم دنیا نے سائنس، فلسفہ، اور جدید تعلیم کو ترک کر دیا ہے۔ دینی و دنیاوی تعلیم میں توازن نہیں رہا۔

🏛 **سیاسی زوال:** اسلامی اصولوں سے دوری اور استبدادی حکمرانی کی وجہ سے مسلمان سیاسی طور پر پسماندہ ہو چکے ہیں۔

🌐 **مغربی نقالی:** اندھی مغربیت، بغیر فکری جائزے کے، مسلم شناخت کو خطرے میں ڈال رہی ہے۔ صرف ظاہری چیزیں اپنائی جا رہی ہیں۔

🕋 **اسلام کا روحانی پہلو:** روحانیت کی جگہ رسمی عبادات نے لے لی ہے، جس سے اسلام کی اصل روح کھو گئی ہے۔

🏛 مغرب پر محمد اسد کی تنقید:

💰 **مادیت پرستی:** مغربی تہذیب خدا سے خالی ہو چکی ہے۔ صرف مادی ترقی کو کامیابی سمجھا جاتا ہے۔

🤖 **روحانی خلا:** اخلاقی اقدار اور روحانی سکون کا فقدان ہے، جو انسان کو بے چین اور خود غرض بنا دیتا ہے۔

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 3 (July-September 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 27, 2025

🧠 **عقلیت پرستی کی حدیں:** مغرب عقل کو حتمی معیار مان کر وحی اور الہام کو رد کرتا ہے، جو انسان کے شعور کو محدود کرتا ہے۔

🌍 **استعماری رویہ:** مغرب نے اپنی برتری جتانے کے لیے دوسری تہذیبوں کو کمتر اور غیر مہذب قرار دیا (ایڈورڈ سعید کے نظریے سے ہم آہنگ)۔

اخلاقی تضاد: انسانی حقوق، آزادی، جمہوریت جیسے نعروں کے باوجود مغرب خود ان اصولوں پر عمل نہیں کرتا، خاص طور مسلم دنیا کے ساتھ روا سلوک جس کی ایک واضح دلیل ہے۔

فہرستِ مراجع

1. اسد، محمد۔ اسلام at the Crossroads ۔ قاہرہ: دار الفکر العربی، ۱۹۳۴ء۔
2. اسد، محمد۔ The Road to Mecca۔ نیویارک: سیمون اینڈ شسٹر، ۱۹۵۴ء۔
3. اسد، محمد۔ The Message of the Qur'an۔ جبل علی: دار الاندلس، ۱۹۸۰ء۔
4. اکبر ایس۔ احمد۔ Discovering Islam: Making Sense of Muslim History and Society۔ لندن: روٹلیج اینڈ کیگن پال، ۱۹۸۸ء۔
5. سید، حسین نصر۔ Islamic Life and Thought۔ لندن: جارج ایلن اینڈ انون، ۱۹۸۱ء۔
6. حنفی، حسن۔ المستقبل للفکر الاسلامی۔ قاہرہ: دار التنویر، ۱۹۹۰ء۔
7. احمد، خورشید۔ اسلام اور مغرب: ایک فکری جائزہ۔ لاہور: ادارۂ معارف اسلامی، ۱۹۹۵ء۔
8. ہنٹنگٹن، سیموئل پی۔ The Clash of Civilizations and the Remaking of World Order۔ نیویارک: سائمن اینڈ شسٹر، ۱۹۹۶ء۔
9. سید، ولی نصر۔ Islamic Leviathan: Islam and the Making of State Power۔ نیویارک: آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، ۲۰۰۱ء۔
10. فاروقی، اسماعیل راجی۔ Islamization of Knowledge: General Principles and Workplan۔ ہرندن: IIIT، ۱۹۸۲ء۔